



٥٥

اَضْحَمُّ قَانِيَانِ كِي اِيْتِيَانِي تَارِيخ

قادیان کی سستی کا احیا اور عظیم کا دور
یعنی
نئی زمین اور نیا آسمان

حضرت بھائی عبد الوہاب صفاقا دیانی کی قبر سے

اور میری یہ بیان کو سنا وہ کہیں گے کہ مجھے اس وقت بھی بہت مشکلات کا سامنا ہوا۔ میں لوگوں سے قادیان کا راستہ پوچھتا وہ میرے منہ کو کھٹے اور سوجھ بھاد کر کہتے کہ

کاؤں تو ایک گاؤں ہے

تم جو نام لیتے ہو۔ وہ اس نواح میں تو ہے نہیں۔ تمہارے لیے چھو
 شاید یہ لگ جائے۔

نوحہ غالباً تین سال پہنچے۔ بارہ بیچ گئے۔ مجھے قادیان کا پتہ ملا نہ راستہ۔ جتنی کلاں گھبرا کر واپس لوٹ جانے کی فکر کرنے لگا۔ اسی شش و پنج میں تھا کہ ایک شخص میرے قریب آکر بولا۔

جی آپ نے قادیان جانتا ہے؟

میں افسردہ و پشیمردہ ہو رہا تھا۔ اور پریشان تھا کہ کروں تو کیا؟
میں شخص کی آواز سے ڈھارس بندھی اور امید کی ایک جھلک
نظر آئی۔ میں نے اس سے نادیدان کا نام پتا دیا منت کہا۔ تو اس نے
جواب دیا۔

وہی نامہ مرزا صاحب والی قادیان

گنوار لوگ اس کو کاڑیں، بھاڑیں کر کے پھارتے ہیں۔ میں خود
قادیان کا رہنے والا ہوں۔ محمد صاحب بھاؤں کے رئیس اور مالک
ہیں۔ میں آپ کو ان کے دو ملاوٹ پہنچاتا ہوں گا۔
اس تسلی کے بعد میں اس کے بیٹے میں بیٹھ گیا۔ اوردہ مجھے
بہ کمر بازار کو گھسیا۔

گھوڑے کے واسطے نہاری کے اصول

اگر کچھ ایسا گیا کہ نوٹے کا نام ہی نہ لیا۔ کم و بیش ایک گھنٹہ میں اس
 سیٹھ میں شکار ہوا۔ نہ اس کو چھوڑ سکوں نہ بیکہ بان کی تلاش کر سکوں۔
 جمعہ کو دوپہر تھا۔ میں نے سیالکوٹ سے روانگی میں اسی غرض سے جلدی
 کی تھی کہ جس کی نماز میں شریک ہو کر اس برکت سے حصہ پاسکوں گا۔
 مگر بیکہ ان کی مجلس میں مجھے نماز جمعہ میں شرکت ہرگز محروم رکھا۔ چونکہ

قصبات اور شہروں سے دور گوشہ گنجائی میں ستور ایک
چھوٹا سا کانوں بلکہ موضع اور کوریہ لاہور سے پتریل شمال
مشرقی گوشہ پر ضلع گورداسپور تحصیل و فنانہ جلالہ کی حدود میں
لاقم تھا۔ جیسے قصبات و شہر تو درکنار معمولی دیہات و موافعات
ضلع و تحصیل میں کسی کوئی خبرت یا نمایاں حیثیت حاصل نہ تھی۔
نام اس کا اس زمانہ میں کچھ آشنا غیر معروف و نامعلوم اور دنیا
کے کان اس سے ایسے نا آشنا تھے کہ سندھ یا سندھ بھری میں جب
عبداللہ اہم والی فنگوٹی کا سچہ چاہا تو۔ تو بیرے استغفار پر قبلے
والوں نے جو کچھ بتایا وہ یہ تھا کہ

دُور کہیں دُور کی سرحد پر

کوئی ٹکاؤں ہے۔ جہاں کے کسی مولوی صاحب نے ایک انگریز کی موت کی پیشگوئی کی ہے۔

پھر جب ۱۲ بجری کے ماہ جون میں میں کپور تھل ہوتا ہوا
شیلہ سچوا - نو ذہبہ بابا نانک - کلانور - جھاگروال - علیوال - بنگروال - جھانڈی
سری گوبند پور - ہرچروال اور جہانمک کے نام سے میرے کان
میں پڑے۔ مگر قادیان کے نام سے سیوے کان آشنائے ہوئے۔
گلاڑی کے سٹن پر پینچھے ہی تھکے بان - ویدو اور کدہ والے کوئی کھڑے
چینچے بکھڑے تھے۔ میں چند گھنٹے منڈی اسٹیشن اور کچہری کے
آس پاس سیر کیا۔ مگر قادیان کا نام میں نے دوسرا۔

دوبارہ حبیب اللہ کریم نے سیالکوٹ میں میری دستگیری کے
سامان یہیہا فرمائے۔ کامیابان کا نام میں نے کتابوں میں پڑھا۔
انوارالاسلام اور نشان آسمانی کا مطالعہ نصیب ہوا۔ خود ایمان لگا
مشاعروں کے ہیرے دل و دماغ کو مستور کیا۔ اور میری خواہش

اظہار اسلام

پرمکرم بزرگ حضرت میر حامد شاہ صاحب نے مجھے قادیاں میں
اس شرف سے مشرف اور سعادت سے بہرہ ور ہوئے کاشورہ
دیا۔ اور میں بٹالہ اتر کر قادیاں پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

آپ شاید تعجب کریں گے

نہاری کی بجائے سواری

کھانا کھانسی میں نقصان

بقدر کوتاہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے قادیان پہنچا۔ وہ زمانہ سال ۱۱۷۰ ہجری کا تھا۔ میں نے قادیان کو جس حالت میں دیکھا۔ وہ تظارہ اپنا چشمدید نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دماغ توفیقی آکا باللہ علیہ الرحمۃ و العالیہ انیب +

قادیان گئے ہوئے ٹرک کے مڑے کے قریب پہنچ کر
 کجبان نے اشارہ سے بتایا۔

وہ ہے قادیان

میری پہلی نظر مسجد اقصیٰ کے خوبصورت گنبدوں اور کونوں کے
ساروں پر پڑی۔ جن میں خدا جانے کیا تاثیر۔ جذباؤں کی کشش
نئی۔ کہ ساروں اکاس

سکینیت۔ قسلی اور اطمینان

سے بھر گیا۔ اور ساری کوفت اور گھبراہٹ دے کر رازی جاتی رہی۔
دل ایک نیز پر واؤ کی تمنا کرنے لگا۔ کہ میرا جائے تواؤ کر
پہنچوں۔ نادبان پنچکر بڑی لمبی چوڑی فیصل پر نظر پڑی۔ وہ
نواس کے محلے و قیوں کے عروج و اقبال اور عظمت و شوکت
کی خیالی تصویر آنکھوں میں پھر گئی۔ کیونکہ آثار و علامات اس امر
کی دلیل تھیں کہ یہ مقام کبھی

بھاری قلعه اور ایک مضبوط حصّہ

مرد آکر تا ہونگا۔ بعد میں رہتے رہتے جو اچھی طرح دیکھا۔ تو یہ دیکھا۔ کہ بستی ایک فیصل کے اندر محدود تھی۔ جو باہر انکسندہ خستہ تھی۔ چوڑائی اس کی تیس تیس فٹ اور اونچائی پوجہ گرجا کے پوری سلوم نہ ہو سکی۔ جو دیکھی وہ بعض جگہ سے آٹھ دس فٹ ضرور تھی +

آئندہ... اس فیصل کے سوائے شمال مغربی کونہ کے چاروں اطراف میں نمایاں تھے۔ میں نے باورسری سائنس میں اس فیصلہ پر برقی کاغذ لکھا۔ اس کے نتیجہ میں یہ لکھ سکتا ہوں کہ فیصل تقریباً متبادل شکل میں واقع تھی۔ جس کا طول پیرامیٹر حدوداً کم و بیش گیارہ سو اور عرض نو سو فٹ تھا۔ فیصل کے اندر دینی جانب تختہ تھا اور جس فٹ چوڑا ایک سو چوبیس فٹ کے طریق پر برابر چاروں طرف چھوڑا ہوا تھا۔ جو آج کل دہلیس بائیں کی رست پر دکھائی دے رہا ہے۔ اس بارہ اور چودہ فٹ رہ گیا ہے۔ بلکہ بعض حصوں میں تو بالکل غائب اور ختم ہو چکا ہے۔ اس گول سرک کے اندر اندر ہی اس زمانہ میں آبادی تھی۔ فیصل اور گول سرک کو چھوڑ کر اصل زبر آبادی مسجد کی پچاس تین تھیں ایک ہزار فٹ طویل اور آٹھ سو فٹ عرض تھی۔

فیصل کے چاروں کونوں پر چار برج اور چار ہی اس میں دروازے تھے۔ یعنی چارویں دروازہ۔ چارویں دروازہ۔ چارویں دروازہ اور چارویں دروازہ۔ فیصل کے باہر بڑے بڑے اور چاروں کونوں کا گویا ایک گنا جگہ کھڑا تھا۔ جہاں دن دہاڑے خوف آتا۔ رات کے اندھیرے میں تو کم ہی کوئی فیصل کے باہر نکلتا ہوگا۔ اس خار منیلاں کے دشت سخت کے بالکل ساتھ لگی ہوئی ایک کھائی یا خندق تھی۔ جو چاروں طرف عموماً سال بھر پانی سے بھر پور رہتی۔ کئی کئی میل دور سے برسات کا پانی اس نشیب میں آنے لگتا تھا۔ اور گویا ایک قدرتی انداد اور نیبی تائید تھی اس قلعہ کی حفاظت کی۔ جو اس قدر کی نیامنی سے سخت میں تیسر تھی۔ قلعہ کی رونق۔ شادابی اور خوبصورتی کے لئے قلعہ کے باہر کئی باغات تھے۔ جو چاروں طرف دور دور تک پھیلے ہوئے بہت بڑے درختوں میں لگائے اور سجائے گئے تھے۔ جن کے شمار شیریں اور مسطرہ مصفا ہوا سے حاکم و محکوم باور لائے اٹھا کرے۔

اس مرکز کی حفاظت و ضبطی کے لئے چاروں اطراف دفعتی ضروریات کے مد نظر مناسب مقامات پر دور و نزدیک ایک اور معاون و حفاظتی قلعوں کی لائن تھی۔ جن میں سے سب سے بڑا کھارا۔ کھجوری والا۔ رسول۔ ووالہ۔ کنڈیلا اور ڈھبھی کے قلعوں کے آثار تو آج تک بھی واضح اور عیاں موجود ہیں۔ اور بعض زمانہ کی دست برد کی اندر ہو چکے ہیں۔ اس قلعہ بندی اور حفاظت و تنظیم پر نظر فرماؤ گئے سے مرکز کی مضبوطی شان و شوکت اور زبردستی ریاست کی رعت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ نیز اس عالی ہمت اور اعزاز اور اقبال مند خاندان کے جس تدبیر۔ انتظامی قابلیت۔ توت عمل اور عورتی کو جانچا جاسکتا ہے۔ جس نے ہزاروں میل سے آکر ان

جنگلوں میں منگل

کر دیا۔ اور ایک مستقل ریاست کی بنیاد رکھی۔ جس کے خود مختار رئیس ایک ایسے خوش نصیب اور قابل رتک فارسی و سنسکرت و چودکی یادگار تھے۔ جس کی بلی کیفیت خالق ارض و سما کے حضور سچکر قبول ہوئی۔ خدا نے اس کے کسی عمل۔ اس کی کسی ادھر پنے فرمایا۔ اور دنیا کے عظیم ترین اور مقدس ترین حلقہ کے قبول رسول صلائے علیہ وآلہ وسلم نے اس محبت کی اور اس کو اپنے دست شفقت سے نوازا۔ بالکل سچ۔ صحیح اور درست دینی ہے

مصطفیٰ قمرہ باید کہ تا گو ہر شود پیدا

خدا کے انبیا و رسول نجیب الطریقین اور عالی خاندان ہو کر آئے ہیں۔ تا ان کی بیعت۔ اطاعت اور وفائی کو ہمار اور دولت و توفیق سے ہم کو ملے۔ ہدایت اور دولت ایمان سے محروم نہ رہ جائیں۔ حکمران خاندان کی جو آمدی۔ اولو عزری۔ بیدار سحری۔ بہت دستقلل اور فہم و ذکا کے ساتھ اس کی فیاضی۔ نیکی اور عدل و انصاف کا ایسا چھپا تھا۔ کہ دور دراز سے حتی و صد اقت کے پیاسے اور اکثر اہل اللہ ان کی صحبت کے فیض سے شرف ہونے کو جمع رہتے۔ یہاں تک کہ ان کے دسترخوان پر پانچ پانچ صدار۔ منسلک و صفا اور صلیح کا مجمع رہتا۔ اور اللہ اور اس کے رسول کے اقوال و اعمال کے تذکرے رہتے۔ اور دین داری پر پزیرگاری کا یہ عالم تھا۔ کہ کوئی بھی ان میں تارک نماز نہ تھا۔ حتی کہ پہنچا رہاں تک نہج گزار تھیں۔ اللہ اس بے دینی و جہالت کے زمانہ میں یہ مقام علم و فضل اور نیکی و پاک مقام کا کرکٹا۔ طوائف الملکی اور ضعف و ادبار کے زمانہ اور فتنی و شکلات کے ایام میں بھی ان لوگوں نے نبیانی اور عطا و سخا کو قلم سے نبھانے دیا۔ اور بعض فقرہ زور حسان و تکیوں کو کئی گاؤں بطور مروت دے دیے۔ اور اس طرح عمر کی حالت میں بھی دل کھول کر شرفاء کی امداد کرتے رہے۔ ایسی ہی باتوں سے اس ظلم و فساد اور فتنہ و فحش کے زمانہ میں اس بے تکی کو تو اسلام لپکا

مکہ کے نام سے

یاد کرنے لگے تھے۔ کیونکہ اس بدامنی اور جھگڑے فساد کے زمانہ میں مسلمانوں کے لئے یہی قصبہ مبارک پناہ کی جگہ تھی۔ اس کے سوا ہر جگہ فساد و فتنہ اور ظلم و ظفر آتا تھا۔ تادیبان کو باس زمانہ میں جیسا دین۔ صلوات۔ علماء اور نہایت شریف اور فہم و ذکا کے ملکہ ایک باغ بنایا تھا۔ جس کے اثمار علم و عمل۔ نیکی و تقویٰ اور عدل و انصاف سے اس پاس کے علاقے متبع ہو کر آتے تھے۔ اور اس کے حکمران اپنے اوصاف و اطوار کے باعث جہاں نبانی کے اہل اور حکمران کے متبعین تھے۔ (خود از کتاب البرہ)

یہ تو ہو تصویر کاروشن پہلو اور مسلمان خاندان کی حکومت کے زمانہ کا نقشہ

اور قول

اب میں تصویر کا دوسرا رخ بھی پیش کرتا ہوں۔ جو یہ ہے۔ کہ خدا کی بارک و بارک اور نہاں در نہاں حکمتوں اور محکمات کی تحت حالات نے پیدا کیا۔ سکھوں نے غلبہ پایا۔ اور رام گڑھیاسل کے سکھ فریب سے قلعہ میں داخل ہو کر قابض ہو گئے۔ تادیبان کی دولت و ثروت اور اقتدار و حکومت کے زوال کے ساتھ ہی اس پر باد۔ علم مفقود اور نیکی و نیکی کار کی سدوم ہو کر فساد و جہالت اور بدی و بدکاری و غیرت و فجور کا دور دورہ ہو گیا۔ زہی عزت۔ شریف اور اس پر بد رنگ رام گڑھیوں کے آتے ہی خوف و ہراس کے نام سے قلعہ کو چھوڑ کر عزت و آبرو کے خالی ہاتھ مہاجر گئے۔ اس تباہی و بربادی کا مختصر نقشہ میں تینا حضرت اندس سچ موعود اور مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے الفاظ میں درج کرتا ہوں۔ جو یہ ہے کہ۔

اس وقت ہمارے بزرگوں پر بڑی تباہی آئی۔ اور اس کی قوم کی طرح وہ اسیروں کی مانند بن گئے۔ اور ان کی مال و مناع لوٹی گئی۔ کئی مسجدیں اور عہدہ سکانات سدا سکے گئے۔ اور جماعت اور قصب سے باغی کو کاٹ

دیا گیا۔ اور بعض مسجدوں کو جن میں سے اب تک ایک مسجد سکھوں کے قبضہ میں ہے ورم سالہینی سکھوں کا مسجد بنایا گیا۔ اس دن ہمارے بزرگوں کا ایک کتب خانہ بھی جلا گیا۔ جس میں پانچ سو نسخہ قرآن شریف کا قلمی تھا۔ جو نہایت بے ادبی سے جلا گیا۔ اور کوئی سکھوں نے کچھ سوچکر ہمارے بزرگوں کو نکل جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ تمام مرد و زن چھکروں میں بٹھا کر نکلتے گئے۔ اور وہ پنجاب کی ایک ریاست میں پناہ گزین بن گئے۔ (کتاب البرہ)

تغنا و تقدیر کی نیزگی اور زمانہ کی گردش نے گیارہ سالہینی اہل خاندان کو پشتوں کی حکومت اور ریاست سے ایسا محروم کیا کہ خالی ہاتھ پہاڑ سے نکل گئے۔ اور جو کچھ بنایا تھا وہیں چھوڑ گئے۔ آنے والے لوگوں نے تسمی جو کچھ کیا۔ اس کا خلاصہ آپ نے پڑھ لیا۔ بعد میں جو کچھ ہوا۔ اس کا اندازہ تادیبان کی حالت سے کر لیں۔ جو میں نے پچھتم خود دیکھی۔ اور وہ یہ تھی۔

جدھر نظر اٹھاؤ دیرانہ دکنڈر۔ عمارات پر باد اور سکانات سدا۔ بچے کچھ اکثر تغفل و بے چراغ۔ خالی خالی کوئی آباد۔ اور جو آباد بھی تھے۔ ان پر بھی ایک قسم کی ادا سی بستی دکھائی دیا کرتی تھی۔ جیسے کسی

اگرے دیار کا سوگ

منار ہے ہوں۔ میرا اپنا اندازہ یہ ہے۔ کہ گاؤں کا تین چوتھائی حصہ غیر آباد یا نہاد و برباد پڑا تھا۔ اور شکل ایک چوتھائی حصہ آباد۔ جس میں زیادہ سے زیادہ پانچ سو نفوس رہتے ہوں گے۔ بازار دو تھے۔ ایک بڑا بازار کے نام سے موسوم۔ دوسرا چھوٹا بازار نگرہ و نوسنان۔ چھوٹے بازار میں تو شادی کوئی دکان کھلی اور آدمی نظر آتا۔ سوئے و منجوس اڈوں کے جودن کی بجائے مات کو زیادہ کھتے ہوں گے۔ باقی بازار بند اور گرا پڑا تھا۔ بڑے بازار میں چند دکانات کھلی دکھائی دیا کرتی تھیں۔ مگر کاروبار ان کا بھی دیکھنے میں کوئی نہ آتا۔ خالی دوکانوں پر نئے بت بیٹھے ہوئے تھے۔ یاد دہانہ رونق کے لئے گھروں کی وحشت سے گھبرا کر بازار میں آجیا کرتے۔ جہاں آنے جانے والوں کی شکل و صورت دیکھ لیتے پیاسہ چوٹ اور شہر رخ و غیرہ کھیل کر دن گذار دیا کرتے یا بعض اس ٹی کی آڑ میں فلاکت زدہ کسانوں اور مزدوری پیشہ مقامیوں کا خون چوسنے اور پیٹے کھانے کی غرض سے سودی لین دین کر لیا کرتے۔ بازار محض نام کو تھا۔ کام کوئی تھا نہ ہزار اور پیشہ تین کا انداز تھے۔ جو اس دیرانہ بستی کی نہایت کھلتے۔ ایک بناز و دوسرا عطار۔ تیسرا حملوانی۔ ایک سیمان اور دوسرا د۔ ادا ان میں خالی آبادی بھی صرف ایک ایک گھرانے کی بدولت تھی۔ جس کو خدا نے پھر سے

نئی زمین اور نیا آسمان

بنانے کے لئے جن لیا تھا۔ عطار کا کام میدان حضرت اندس موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندانی کمال فن طب اور نبین کار میں منت تھا۔ یا حضرت نور الدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طب اور مریضوں کی وجہ سے۔ اور حملوانی کا تھانوں اور بیماروں کی آمد و رفت کے باعث اور لالہ سکھرام صاحب بڑا زکی بکری میں محض اسی گھرانے کے طبیب تھی۔ جو عورتی تھیں اور عورتوں کی ضروریات کے لئے خود لڑیا

کرتے۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھ لیتا چلیے۔ کہ یہ کوئی دوکانیں نہیں۔
حوالی کی ایک دوکان کی تعمیر کھدینا ہوں۔ اس سے دوسری
دوکان کا بھی قیاس کریں۔ پیار باجھ کا دو دھڑے کر۔ لوگ
صبح سے رات کے دس گیارہ بجے تک عموماً بیٹھا کرتے۔ دودھ بکنا
جتنا بکنا۔ باقی سے کھو بیٹا رہتا کبھی دہی۔ دہی نہ بکتا تو رات کو
بچتے پکولیاں تیار ہوتیں۔ گاہک کوئی آگیا تو خیر وہ وہ بھی

گھر کی مرغی دال برابر

چار و ناچار ہوں چکا دی جانیں۔ یہی حال بتاتے مٹھائیوں کا
ہوا کرتا۔
الغرض بازار نام کو تو تھے۔ دو مگر کام کی کوئی چیز۔ یا
ضرورت کا کوئی سامان قطعاً میسر نہ آسکتا تھا۔ بالکل معمولی
ضروریات زندگی کے لئے بٹالہ۔ امرت سر اور لاہور جانا ہوتا تھا
اور تو درکنار زمینداری ضروریات مثل بیج بنونے تک لوگ
بٹالہ سے سروں پر اٹھا کر لایا کرتے۔ علاقہ کی پیداوار بھی
بیشکل فصل کے ایام میں مل سکتی تھی۔ بٹنے مہاجن اور ساہوکار
شہروں کو لے جاتے۔ تو چند ہی روز بعد پھر بیچارے کساؤں اور
مزدوروں بلکہ ہر طبقہ کے لوگوں کو شہروں سے جا کر لانی پڑتی تھیں
گوشت اور مہزی کا بھی یہی حال تھا۔ قصاب دوسرے تیرے روز
بکرا کرتے۔ وہ بھی نہ بکتا تو دیہات میں لے جا کر قرض دام یا غنہ کھنے
کے وعدہ پر ادھار دے آتے۔ گوشت ایسا خراب ہوا کرتا کہ
دیکھ کر بھی نہ چاہتے۔ قصابوں کی بڑی جائداد کا فی بیس ہوا کرتی
تھیں۔ بکرا اٹھا کر مار دیتے۔

بیکاری عام تھی

کیونکہ کام کے لوگ اپنی عزت و آبرو بچانے کی غرض سے بستی کو چھوڑ
کر جا چکے تھے۔ پیچھے کار باہر تاش رو گئے تھے۔ یا سست اور
کال۔ کام کے لوگ نکل گئے۔ تو کچھ بڑے بڑے۔ جن کے بیج میں
مختلف قسم کی عادات تھیں اور افعال شیعہ میں لوگ مبتلا تھے۔ قمار
بازی کا بازار گرم رہتا۔ جس کے کئی اٹکے قائم تھے۔ گرد و نواح کے
پردہ نش اور آوارہ لوگ آتے۔ پولیس چھاپے رتی۔ لوگ دہراہو
لکھال ہوا کرتے تھے۔ روٹی ہوا کرتی۔ شیکہ کی دوکانوں پر ام لکھال
کا شیکہ موجود۔ بھنگ۔ چرس۔ گاجا کے دم لگا کرتے۔ اور چوڑا
استمال ہوتا۔ انہوں اور دھندہ کھانوں کا نام بھی عام تھا۔ خفیہ نوشی اور
میکشی و سیفوش کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اور ان کے متعلق بھی
لوگوں کو کچھ پتا نہ تھا۔

صدقاتی کافہ حال تھا۔ کہ جا بجا کوڑا کرکٹ اور مہاسٹ
کے تودے۔ گوہر اور گندگی کے انبار لگے رہا کرتے۔ جن کی وجہ
سے ہر گھر مندھاس اور کوچر دگل گندے نانے کا منظر پیش کرتے
کوچر کا یہ حال تھا۔ کہ دن کی روشنی میں بھی رشتہ و گنداز تھے
بٹے بڑے کھنگر گلی کو چوں کو ناہار اور ناقابل عبور بنائے
ہوتے تھے۔ گندہ پانی اور موشیوں کا بزل و براز کراہا تعفن
اور عفونت پیدا کرتے۔ کہ وناخ سڑا کرتا تھا۔

بعض سیلے بھی ہوا کرتے۔ جن میں جاہلیت کے کمالات اور
سہر و جہراں کا ایسا مظاہرہ ہوتا۔ کہ شرافت تو درکنار انسانیت
بھی سریش لیتی اور مانسے مذاست و فحش سنگی کے

پانی نہ کہ بہ نکلتی

خود بخود نہ نکلتی۔ بلکہ مٹھائیوں کے اندر سے نکلتی

کے پاس لگا کر تہ ایک رات اور دن لوگ دودھ سے آکر کھتے ہوتے
رات کو آتے ہوتے مرد اور عورتوں کی لڑیاں گند بکتیں۔ اور جس طرح
نشتہ گیت گاتیں۔ ان کے ذکر سے بھی رنٹے کھڑے ہوتے ہیں بقی
کے گلی کوچوں میں رات بھر وہ اودھم مچا کرتا۔ کہ الامان اطمینان
وادی دنگ اور فساد جو عموماً چھپر خوانی کے نتیجہ میں ہوا کرتا۔ سر
معمول اور پکڑ دھکڑ پر فتح ہوا کرتا تھا۔

عرب جاہلیت

کے سیلے جمالت اور بد تہذیبی کے لئے ضرب النثل سے جاتے
ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ سیلے ہر رنگ میں ان پر بھگت لے
جایا کرتے تھے۔ کیونکہ ان سیلوں پر اکثر حصہ علم اور ادب۔ نصرت
اور بلاغت کے لئے وقف ہوا کرتا۔ جو ابھی کھیلا جاتا۔ تو اس کی
تین غریب نوازی اور خدمت خلق کو جذبہ پنہاں ہوا کرتا تھا۔
یا اخراجات جنگ کی فراہمی مد نظر ہوا کرتی۔ مگر یہاں سرتاپا لگائی
گلوچ۔ گند اور ہزیارت و بکواس جیسا سوز و گداز اور غیرت کش
افعال جس پر طرفہ تار بازی اور فتنہ دہشا خدا کی پناہ
میں جس زمانہ کے چند بد افعات بیان کر رہا ہوں۔ وہ ۱۳۱۲ء
ہجری ۱۹۱۵ء کا زمانہ ہے۔ جبکہ یہ بستی خدا کے اہام اور کلام
کے نزول اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی نبوت کے بعد کا زمانہ ہے۔ اور اس زمانہ میں یہ بستی

قادیان کی مقدس بستی

بن چکی تھی۔ نیک دل اور شریف تعلیم یافتہ لوگوں کا مرجع اور
خدا شناسی کا مرکز ہونے کی وجہ سے ترقی کی راہوں پر گامزن تھی
اور بہت کچھ اصلاحی عمل میں آچکی تھی۔ باوجود اس کے ان
حالات کی موجودگی بستی کی کچھ ہی عرصہ پہلے کی حالت ابتر کی منظر
ہے۔ کہ نہایت کہاں ناکہ پہنچی ہوگی
گلیڈر۔ ٹوٹر اور بڑے بڑے جنگلی بٹے تو سرشار ہی غلات
اور سندھاس کے دھیروں پر سٹلائے لگا کرتے تھے۔ ان کے
عملاوہ بعض دندے اور وحش رات کی۔ یہی میں آتے اور بیٹھ
بکری۔ مرغی۔ بٹوں تاک کو اٹھائے جاتے۔ احمدیہ جو کہ شمال مشرقی
کو نہ کی دوکان جس میں آج کل شیخ احمد بن صاحب دھگوی بیٹھے
ہیں۔ کسی وقت حضرت نواب صاحب قبلہ کا باورچی خانہ تھا۔ جس
کے آگے ایک بھاگ لگا ہوا تھا۔ گوشت چونکہ یہاں عموماً خراب ملا
کرتا۔ اور بعض اوقات ضرورت کے وقت مل ہی نہ سکتا تھا۔ لہذا حضرت
نواب صاحب کے مال اس کا انتظام رہتا۔ ایک رات کا ذکر ہے
کہ بکرا وہاں بند تھا۔ رات کو ایک بیٹھ آیا۔ اس نے بھاگ سا
ایک سمت توڑا۔ اور بکرا اٹھا کر لے گیا۔

اس سے بھی بڑھ کر

ایک اور چند بد واقعات یہ ہیں۔ ایک روز دن دھاڑے ایک
بے دانتوں والا جنگلی خنزیر شرقی ڈھاب میں
..... پانی پی اور ہا کر شکستہ نصیل کی راہ
سے جہاں آج کل حضرت عرفانی صاحب کاسکان اور دفتر الحکم پر
یعنی میں داخل ہوا۔ اور سیدھا ایک شخص سنی و صنف کے گھر میں
جائے۔ جہاں اس کی بیوی بیٹھی چڑھ کات رہی تھی۔ عورت اس
بر صورت خرمخوار بد کو دیکھ کر گھبرائی۔ گھبراہٹ میں اور کچھ نہ
بن پڑا۔ تو ہاتھ سے دھتکارنے لگی۔ اس نے ہاتھ پکڑ کر چلا لیا۔
اور پھر زور دھوٹا سے حلقہ بونک گاؤں کے گاؤں میں سے

ہوتا ہوا بستی کے غریب جانب سے نکل کر گئے کے کہتوں میں جا
گھسا۔ اور آخر فحش کاری کتوں اور شکاریوں کا فساد ہو کر اس
جرات کی پاداش کو پہنچا۔ بیٹھ رہا جسے پنجابی میں گھبراہٹ کہتے
ہیں۔ اس کثرت سے ہو گیا تھا کہ موجودہ مشین اور بستی کے مدینا
ایک بوہڑ کا نام ہی

گھبراہٹ والی چھپر

شہر تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ گاؤں کے باہر بھی حصے ویران و
بربادی کے باعث اتنے بھانگ اور ڈاؤن ہو چکے تھے۔ کہ
بھوت چڑیل کا مرکز کہلاتے۔ جہاں دن دھاڑے لوگ جاتے
سے گھبراہٹ کرتے تھے۔ اس طرح گویا یہ بستی جو ایک قوم کے مذہب
جنگل سے منسلک بنی تھی۔ دوسری قوم کے ذریعہ پھرتل کر کے

مٹھل سے جنگل

آباد سے ویران اور علم و فضل۔ سہر و حکمت اور شکی و تقویٰ کی
بجائے جمالت اور ذلت۔ بیکاری و خجالت۔ اور بدی و
بد کرداری کا مرکز ہو چکی تھی۔ جہاں علم رہا نہ دولت۔ تجارت نہ
زحمت۔ زراعت نہ ہی نہ حکمت۔ خلعت و سستی۔ بیکاری پیاری
اور بدی و بد کاری کا دندہ وعدہ اور جمالت و مصلحت کا عمل
تسلط تھا۔ جنگلی جانوروں اور دندوں کی وجہ سے کھیتیاں برباد
ہوا کرتیں۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ فحش کاری لوگ اور فحش کاری کئے ان
دول قادیان میں کثرت اور عزت سے پالے اور رکھے جاتے
تھے۔

بات یہی ہوتی جاتی ہے۔ مگر بے کچھ تلی ہوتی ہے۔ حقیقت
کھلتی ہے۔ لہذا نہایت ہی اختصار سے اشاروں پر اکتفا کرتے
ہوئے کچھ عرض کرتا ہوں۔ سب سے پہلی شکل اس بستی کی گندہ کی
وجہ سے اس کی تلاش کی تھی۔ تو در سراسر بیکاری مرحلہ قادیان
پہنچے کا تھا۔ ذرا انداز وقت کا اتنا فقدان تھا۔ کہ سواری کا
میسر آنا ہی مشکل ہو جایا کرتا۔ سواری آجاکے اس زمانہ میں۔ ریڑ
بیل گاڑی اور گڈا۔ زیادہ سے زیادہ

دقیانوی بیک

ہوا کرتا تھا۔ جس کی وضع قطع اور شکل و بناوٹ اس امر کی نشانی
ہوا کرتی تھی۔ کہ اسے بیک کا بجائے شیطانی چو خا کے نام سے
بکارا جائے۔ اور حقیقت بھی اس سواری کی اسی نام سے پوری
طرح واضح ہوتی ہے۔ جیسے میں دھکوں کا لٹکا حتی کہ لسیاں
دکھ جایا کریں۔ میٹ میں دودھ اٹھنے لگا۔ اور دم ایسا ہو جاتا
کہ کسی نے اٹھائی میں دیکر کوٹ نہ پائے۔ اس کا چلنے سے بیخ ہوا
جانا۔ اللہ جانے۔ سارے بیلے چرخا ہو رہے۔ بائیں طالی بیک
نکھنے سے کیسے معلوم ہو سکتی ہیں۔

بیک مل جاتے تھے بد دھڑی شکل۔ یہ ہوا کرتی کہ بیک بان
غائب۔ وہ نہاری بے چلا جاتا کرتا اور جینٹل کئی سوار یاں
ہاتھ نہ آجاتیں۔ ان کی نہاری نیار نہ ہو سکتی۔ اور اس طرح
بہت ساقینی وقت بیک بان کے انتظار یا تلاش میں غنائے
ہو جایا کرتا۔ سڑک کی کیفیت لکھنے کی تو ضرورت نہیں۔ کیونکہ
اس کی تفصیل خود خداوند عالم البتہ نے

مہج عین

کے کلام میں زیادہ ہے۔ مگر کچھ تھی۔ رات کا کچھ کی ماک

نہ ہوا کرتا تھا۔ غلہ وغیرہ اجناس تمام گڈوں کے ذریعہ شالہ جایا کرتی تھیں۔ جس کی وجہ سے شرک نہایت ختم ہوا۔ نامہ وار۔ اور خراب تھی کیونکہ بہت ترکیبی کچھ ایسی تھی۔ کہ اچھے سے اچھا موٹا تازہ اور نوبو گھوڑا ایک میں لگنے کے چند ہی روز میں دبلا ہنسلا اور ایسا مری ہو جایا کرتا۔ کہ دیکھنے والوں کے دل رحم سے بھر جلتے۔ راستہ کا اکثر حصہ سواریاں پیدل چلنے پہنچتیں۔ اور برسات کے موسم میں تو خدا کی پناہ بعض اوقات پورا پورا دن چلنے سے بھی نادیاں نہ پہنچ سکتے۔ یکے پس چایا کرتے تو ایسی مصیبت ہو کرتی۔ جو برداشت سے باہر ہو جاتی۔ مسلمان مزدوروں کے سروں پر اشوا کر منگایا جاتا۔ سواریاں پیدل آتیں۔ بیکہ بان مجبور ہو کر گھوڑا کھول کر لے آتا۔

یکہ شرک میں کھڑا

وہنا۔ اس کیفیت کی اگر تفصیل کروں۔ تو پوری ایک کتاب بن جائے۔ نادیاں کی بہت تھیب میں واقع ہے۔ برسات کی وجہ سے چاروں اطراف سے پانی کا سیلاب آیا کرتا جس سے گاؤں کے گرد کی ڈھاپیں۔ کھائیاں اور خندیں بھر جایا کرتیں۔ اور اندھا نابانی ذریعہ بہت تک قریب شالہ نادیاں کی شرک میں سے ہی گذر کر آتا۔ جو بعض اوقات اتنا گہرا۔ تیز اور دوسے پھٹا کہ اس میں سے سلامت گذر جانا ہر کسی کا کام نہ تھا۔ گاؤں میں بھی معمولی میں ایک جزیرہ ہو جایا کرتا۔ دیہات و مضافات سے آئے شالے اور مسافر کیا عورت کیا مرد کپڑے اتار۔ پرہیز ہو کر گاؤں میں پہنچا کرتے۔ اور یہ منظر نہایت ہی ناگوار اور غیرت کش ہوا کرتا تھا۔

اس زمانہ میں جائیداد کی کوئی قیمت تھی نہ قدر۔ زمین و مکان کو بڑوں کے قول بچے۔ کوئی خرید اور نہ نہ گاک۔ چنانچہ تعلو کی تحصیل جو گورنمنٹ برطانیہ کی ملکیت قرار پائی تھی۔ اور کاغذات سرکاری میں نزدیکی نہ لگاتا تھا۔ جب حکومت نے نیلام کرنا چاہی۔ تو کئی مرتبہ ناکامی ہوئی اور نیلام کفہہ حکام ناکام واپس چلے گئے۔ کیونکہ ان کی اس کے خریدنے کو تیار نہ ہوتا۔ آخر میں نہ حضرت اندس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت کے ابتدائی زمانہ میں آخری مرتبہ نیلام ہوا۔ اور تفصیل کی زمین

مفت کے برابر

برائے نام قیمت ہو کر لوہے کے ٹکے بن گئے۔ دی گئی۔ مرزا محمد اسلم صاحب مرحوم جو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کا رہتے تھے۔ انہوں نے بھی جائیداد کی ملکات کے سامنے کی زمین کی بولی دیکر بہت انداز خریدی۔ مرحوم بیان کیا کرتے تھے۔ کہ میں بولی دے چکا تھا۔ انکار ہو گیا تھا۔ واپس کی جاسکتی تھی۔ اور نہ ہی کوئی سے خریدنے کو تیار تھا۔ مجھ آئیں نے قرض دام کر کے بے پچھے بیوں خریدی؟ ہاں کے کسی کام کی ہے اور ہاں کے پاس تو روپیہ بھی نہیں ہے

مرزا اسلم صاحب بیان کیا کرتے تھے۔ کہ میں بولی دے چکا تھا۔ انکار ہو گیا تھا۔ واپس کی جاسکتی تھی۔ اور نہ ہی کوئی سے خریدنے کو تیار تھا۔ مجھ آئیں نے قرض دام کر کے بے پچھے بیوں خریدی؟ ہاں کے کسی کام کی ہے اور ہاں کے پاس تو روپیہ بھی نہیں ہے

اندازہ ہے۔ کہ اگر آج یہ زمین خریدنی پڑتی۔ تو موقع کے لحاظ سے کم از کم سو گنا زیادہ قیمت ادا کرنا پڑتی۔
تفہیم کا یہ حال تھا۔ کہ اس خاندان اور اس سے تعلق رکھنے والوں کو الگ کر کے مشکل ایک یا زیادہ سے زیادہ دو تین صدی معمولی لڑتے و خزانہ کے آدمی مل سکتے ہوں گے۔ مرث ایک بالکل ہی چھوٹا سا

دیہاتی پرائمری سکول

تھا۔ جو ڈسٹرکٹ بورڈ کی طرف سے چلا یا جا رہا تھا۔ دوسرا کوئی مکتب تھا نہ مدرسہ۔ اسی سکول کے ایک ماسٹر کو دو چار روپیہ الاؤنس دیکر ڈاک خانہ کا انچارج یا رانچ پوسٹا سٹر بنا دیا جایا کرتا۔ جو صبح و شام ایک گھنٹہ ڈاک کی آمد اور روانگی کیسے دیکر کاسوں کے لئے دیا کرتا۔ ڈاک شالہ سے ایک ہر کارہ گئے ذریعہ ایک مرتبہ ایک چھوٹی سی تفصیل میں آیا کرتی۔ جو تقریباً تمام کی تمام ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا حضور کے غلاموں کی ہوا کرتی تھی۔ گاؤں میں مشافہی کسی کا کوئی خط ہوا کرتا۔ اور اگر کسی کا خط آجی جاتا۔ تو اس کو پڑھانے کے لئے اس کو مدد دے اور کہو پھرنا پڑتا۔

لباس اس علاقہ کے لوگوں کا اتنا مختصر نہ رہا تھا اور ستر عورت بھی نہ ہوا کرتی۔ عجم پر مہمہ کہنا گویا نعت میں تصرف کرنا ہو گا۔ کیونکہ حقیقتہ حوام بالکل ننگے اور برہنہ ہوا کرتے تھے۔ چار انگلی کی ایک لنگوٹ ان کا لباس تھا جس کو دیکھ کر بعض اوقات

سیدنا حضرت نور الدین اعظم رحمہ

ان سے ایک سوال کیا کرتے۔ مگر تعجب ہے۔ کہ وہ کچھ ایسے بے حس ہو چکے تھے۔ کہ ان کا جواب ان کے لباس سے بھی زیادہ نکروہ اور ننگا ہوتا تھا۔ سلاوات یا حمد میں جن کے نام ہی میں ستر اور پردہ لادم قرار دیا گیا تھا۔ عموماً بے پردہ ہوجاتے۔ رات کو سونے میں برنگی اور ایک نہایت ہی عجیب رسم آڈیٹو نہج کی نعت میں مبتلا تھیں۔

زبان اتنی موٹی۔ جلدی اور سخت تھی۔ کہ کان اس کی پشت سے نکلتے۔ نکالی کے بغیر ان کی بات مکمل نہ ہوا کرتی۔ اور کلام میں حلاوت و شیرینی پیدا کرنے کے لئے پیکر بازی لازمی تھی۔ بچوں کو پچھنے ہی سے اس کا مشاق بنایا جاتا۔ اور گالی گلوچ کی باقاعدہ تعلیم دی جایا کرتی۔ اور جب بچہ اس علم میں طاق ہو کر باپ یا بڑے بوڑھوں کو مذہب پر گالی دینے کے امتحان میں کامیاب ہوجاتا۔ تو

واہ وا

کی ہند اگر خوش آتی۔ اور ہر طرف سے داد ملے لگتی۔ غرض گالی لوگوں کی عادت اور لازمہ سخن ہو سکتی تھی۔ اور اظہار محبت و پیار کے لئے تو یہ چیز ایسی ضروری تھی۔ جیسے کھانے میں نمک مساجد اس زمانہ میں چار تھیں۔ مسجد مبارک جو دراصل مسجد البیت تھی۔ جس کا نام بیت الذکر تھا۔ یہ مسجد سیدنا حضرت اندس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بنوائی تھی۔ دوسری مسجد افضل تھی۔ جو حضور پر نور کے والد ماجد

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب

نے بنوائی۔ انہی کا مرزا مبارک آج کل سجدہ نقطہ کے وسط

میں زیر نگین ہے۔ انہوں نے یہ مسجد کن حالات اندکس بہت سے بنائی۔ وہ خدا تعالیٰ کے فضل اور سجدہ کی توفیق سے بنی ہے۔ اور اس نے نہایت ہی کمال سے شہرہ اور کیا چیز ایسا ہی و جمال اور اس کی تہی کیفیت کے ٹیک و بد کی گواہ ہو سکتی ہے۔

حکم خاتمہ و انجام کی نوعیت

پر لگا کئے ہیں۔ کون جانتا ہے۔ کہ اس مقدس انسان نے خاندانی ریاست اور آبائی جائیداد کے حصول کی کوششیں کیں نیت اور ارادہ سے کی تھیں؟ کون کچھ مکتا ہے۔ کہ ان کی یہ ساری تاب و دوکن و غرض و مقاصد کے لئے تھی؟ کس کو اس بات کی خبر ہے۔ کہ انہوں نے اپنی عمر کا بستر اور نہایت قیمتی حصہ کس چیز کے حصول میں خرچ کر دیا؟ اس بات سے کون مطلع ہے۔ کہ انہوں نے اپنی عمر کا سارا اوقاف اور ستر ہزار روپیہ کس حالت و مرام کی تلاش میں اڑا دیا؟ اور کون اس امر سے آگاہ ہے۔ کہ وہ یہ کئے کرتے تھے۔ کہ۔

تو وہ میں جانتا ہوں۔ کہ جس طرف اس کی رسیں موعود تھیں۔ وہیں میں کی طرف۔ صبح اور سحر نیت ہوئی ہے۔ ہم تو اپنی عمر سب کچھ کر رہے ہیں۔ حضرت کو جس ایسے ساتھ و بیوی کاسوں میں شریک ہو کر دنیا دار اور دینی بنائے کہ کوشش کس خیال سے فرما کر کرتے تھے؟

اللہ اور صرف اللہ

ہی کی ذات ہے۔ جو ان کے قلب کی گہرائیوں اور اندرونی بعد سے واقف تھی۔ کیفیت سے آگاہ اور نیت کی حقیقت کا راز دانا ہے۔ اس کی سزاں مجھے اور نہ۔ درست۔ اس میں غلطی ناممکن ہے۔ میں خدا تعالیٰ میں طرح اپنی قدرت مہال سے پچھانا جاتا ہے۔ اسی طرح اس کی مرضی اس کی تہی نہایت سے پائی جا سکتی ہے۔

حضرت مرزا صاحب مرحوم کا بیوی ناکامیوں اور نارادوں کے بعد تنہا و محزون رہا۔ اور یہ کہتے رہنا۔ کہ۔

”جس قدر میں نے بلیہ دنیا کے لئے مہی کی ہے۔ اگر میری عمر ہی دین کے لئے لے کر آتا۔ تو شاید آج قطب وقت یا غوث وقت ہوتا۔“

ایک بار تہی اور تہی الی اللہ کی وسیع دلیل اور قوی برہان ہے۔ اور حضرت دی مسیح اعظم کا مقولہ ان کے نزدیک نہایت باجائے کامیابیوں کے علاوہ ہے

”میرے وقت و زمانہ درست ہوتا ہے۔ چن کر دریا کے صبح کیم شالے چن کر دریا کے صبح کیم شالے“

ازدہے تو اے کس پر ہے
نیت امیدم کہ دم نا امید

باب دیدہ مشاق و حاکمائے کسے
کہ مراد لے است کہ در غل تہی کئے

ان اشعار کی حقیقت یہ ہے۔ آتشا دید جس دل سے کہے او بار بار پڑے جایا کرتے تھے۔ ان کی کیفیت کا دافع علم و خیر تادیر تو نہ تھا۔ نہ کہ تہی کئے تھے۔

مجلد جدید لہ خواہ

خدا کے حضور خالی ہاتھ جلنے کی حسرت کا احساس ایک سبب
 دل اور قلب صافی کی کمی نہیں ارحم الراحمین خدا کے حضور
 شرف قبولیت پائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ خدا نے ان کی دنیا اور دنیا
 کے سارے مہم و مہم گردین خالص اور اپنی ذات کی جستجو و طلب
 میں ہی دلکش بنا کر قبول فرمایا تھا۔

ان سب باتوں کے ساتھ سب سے اہم اور بڑی بات یہ ہے
 حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں جو حضور
 ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور کیا گئے تھے یہ بھی مضطرب
 گذارش اور سزا و نہاد سے کی جاتی ہوں گی۔ وہ انسان کامل کو نہ صرف
 بیگانوں اور غیروں بلکہ اپنے جہاں دشمنوں تک کے لئے انتہائی درد
 رکھتا ہو۔ اور ان کی پیروی کے واسطے اپنی جان عزیز تک گذشت
 کر دینے کا عادی ہو۔ اپنے رفیق باپ کے لئے کیا نہ کرنا ہوگا۔ خصوصاً
 جبکہ ناکامیوں کی وجہ سے وہ درد مند۔ مہم و مہم رہتے ہوں۔
 تو حضرت کا عظیم کریم اور عظیم مل آن کی شفاعت کے لئے کیوں نہ
 کہ ان کو کھانا انہی پہنچے لگتا ہوگا، ان باتوں اور ان
 کے دیگر احوال کو بجا کی نظر سے دیکھنے سے ان بزرگ مرحوم و
 معذور کا۔

مقام عالی

ترب اور وصال صلے نظر آنے لگتا ہے۔ اور دل ان کی محبت
 سے بھر جاتا۔ ان کی عظمت سے ڈر جاتا۔ اور بے ساختہ دل
 سے دعائیں بھرنے لگتی ہیں۔ علی الخصوص جبکہ ان کے نیک انجام خاتمہ
 بالآخر اور وصال الی اللہ کا سانچہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے

عزی پرسی

کے معاملہ پر خود کیا جائے۔ تو اس بزرگ ہستی کی قدر قیمت اور
 مرتبہ و مقام کی رفعت و بلندی معلوم ہوتی ہے۔ کہ جس میں دنیا
 میں ایسے انسان جن کی وفات پر خدا نے اولاد کو پیغام بھادی
 بھیجا ہو، سبحان اللہ۔

ما اعظم شانہ

ان کا آخری عمل یعنی قبور مسجد اور آخری خواہش کہ اسی
 مسجد کے ایک گوشہ میں میری قبر ہو۔ تا اللہ جل شانہ
 کا نام میرے کان میں پڑتا ہے۔ کیا محبت کہ یہی درجہ
 سعادت ہوگی

تقادیان کے عروج کے زمانہ کی مساجد کے حالات اور تذکرے
 ان کی خوبصورتی۔ وسعت اور شان و شوکت کی روایات اور آبادی
 و مسجدیں کی داستانیں۔ آپ نے اپنے بزرگوں سے سنی ہوں گی۔
 جن میں تقادیان آج بھی دے ملے۔ فضلاء و حفاظ اور اولیاء
 و انتظامیہ کے علاوہ اس پاس کے قلعوں کے حکام و اہل اس کے
 علاوہ انوار اور ان کے سردار

ہر جمعہ کو جمع

ہوتے۔ اور سازیں گزارا کرتے تھے۔ ان کی یادگاہی و لد و زاد
 درجہ فرمایا ہوتی ہوگی۔ جن میں سے حضرت مرزا صاحب مرحوم
 نے کوئی مٹی نہ دیکھی۔ اور جو ایک مسجد البیت دیکھی۔ لڑوہ بھی

دھرم سالہ کی شکل

کے بعد میں۔ کتنا درد آٹھنا ہوگا ان کے دل میں اور کیا

حالت ہوگی ان کے قلب کی؟ اپنی کوئی مسجد نہ دیکھ کر ان کے
 دل میں مسجد بنانے کا جوش پیدا ہوا۔ خدا نے توفیق ہی رفیق فرمائی
 اور وہ مسجد بن گئی۔ مسجد جو جو ہے۔ اس کی شکل و صورت اور
 بناوٹ۔ خوبصورتی و مضبوطی اس

عظیم انسان

کے جذبات کی منظر ہے۔ گئے گزشتہ دنوں اور عمر بھر کی ناکامیوں
 اور ناپسندیوں کے بعد جس خاندان کے ایک فرسٹ ایسی مسجد تیار کرائی
 اس کے برسر حکومت و افتادہ بزرگوں نے کیسی خوبصورت۔ وسیع اور
 شاندار مساجد بنائی ہوگی؟ لوگوں نے مقامی حالات اور اپنی کے
 مسلمانوں کی بے دینی و جہالت کے مد نظر عرض بھی کیا۔ کہ اتنی بڑی مسجد
 بنائے ہیں۔ سزا کی کہاں سے آئیں گے۔ مگر آپ نے بنائی اور بنائی جسے
 خدا نے قبول کیا۔ اور بڑھایا۔ اور ابھی بہت بڑھانے لگا۔ افتادہ تھے
 تیسری مسجد علیہ الدیناں اور پوٹھی حلقہ خوجیاں میں تھی۔ اور
 درویشاں چیموٹی۔ ویران اور غیر آباد پڑی تھیں۔ ان کی بناوٹ اور
 وضع سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پرانی اور قدیم نہیں۔ بلکہ ایام امن اور
 قریب زمانہ کی بناوٹ تھیں۔ ایک عرصہ تک ہم لوگ عموماً غفل و غیرہ
 کے لئے وہیں جایا کرتے۔ یہ کوئی فضل خانے صرف انہی میں تھے۔ تو اہل بھی
 ادا کر لیا کرتے۔ یا بعض اس پاس اپنے والے دوست و رفیق بھی ان
 میں پڑھا کرتے رہے۔ کچھ اچھی طرح یاد ہے۔ کہ اس زمانہ میں ان
 کی مرمت و آبادی اور ڈول دی گئی تھی۔ چندوں میں ہی دھندلی
 غیر احمدی کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ یہی حسب توفیق جمعہ لیا کرتے۔
 آجوشی اور دیگر ضروریات کے لئے کتوال صرف ایک وہی جو

مسجد قضا

کے ضمن میں حضرت اقدس کے والد بزرگوار حضرت میرزا غلام مرتضیٰ
 نے اپنی عمر کے بالکل آخری حصہ میں بنوایا۔ حضور کے جمعہ میں آیا۔
 دیوان خانہ میں بھی ایک کتوال تھا۔ مگر وہ حضور پر نور کے بڑے
 بھائی صاحب کے حصہ میں چلا گیا۔ حضرت کے گھر اور مہاروں کے
 ہاں تو بقیہ بھتی جہاں سے چلتے پانی لے آتے۔ مگر ہم لوگوں کو
 اپنی ضرورت کے لئے مسجد قضا ہی کے کتوں پر جانا پڑا کرتا تھا کیونکہ
 ایک طرف تائی صاحبہ محترمہ تو دوسری طرف مرزا امام الدین اور مرزا
 نظام الدین صاحبان ٹانٹ ڈپٹ کیا کرتے۔ اور بعض اوقات ناقابل
 برداشت طعن و تشنیع تک زب پوچھا دیتے۔ یہی اسی طرح ہمارے
 لئے صرف ایک

خدا کے گھر کا کوال

کھلا تھا۔ جس طرح خدا نے عالم و عالیشان نے اس مقدس و مقبول
 الہی بزرگ۔ قطب اور غوث انسان کے دو مشوں میں سے ایک کے
 اپنے نور کا سرچشمہ اور رفیع و کا مخرج بنا کر ہیں اس تک پہنچا دیا۔ اور
 وہ اکیلا ہی خلق و جہان کے درشن میں آیا۔ اسی طرح آپ کے ترکہ
 مادی کے دو کتوں میں سے ایک اور صرف ایک ہی کتوال آئے والی
 پیاسی دنیا کے لئے کھلا تھا۔ جو بفضل الہی سے اس نواح میں پہنچے
 پانی کی لطافت و پاکیزگی۔ صحت افزائی و خشکی نیز مرض اور غم کے
 لحاظ سے ہی ممتاز ہے۔

ہماں خانہ اس زمانہ میں ابھی کوئی نہ تھا۔ یہ تاجیم الامت
 حضرت الامام الامام اعظم امی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطبع ہماں میں
 آئے دے جہاں قیام کیا کرتے۔ اور یہی جگہ سب کے لئے کافی اور
 والی پڑا کرتی تھی۔ یا پھر حضرت تیسرا کتا درلودہا تھا نہ استعمال ہوتا تھا۔

لنگر خانہ میں علیحدہ کوئی نہ تھا۔ بلکہ حضرت اقدس کے
 مکان کے اندر ہی ملک غلام حسین صاحب سالن وغیرہ تیار کرتے
 اور دینی خادبات تیار کر میا کرتے۔

دفتر تھا اس زمانہ میں کوئی نہ تھا۔ نظارت و وزارت۔ یہاں
 نوازی۔ سافر نوازی اور عرب نوازی اور کیا تالیف و تصنیف
 طباعت و اشاعت۔ یہاں پرسی و عزا پرسی۔ انرض عام دینی کام
 تنہا سیدنا حضرت اقدس ہی کو کرنے پڑتے۔ سب انکار۔ سب سے
 انتظام صرف اور صرف حضور کے ذمے تھے۔ جن کو ہایت خوش
 اسلوبی اور بطریق امن سر انجام پہنچایا جاتا۔

الغرض یہ تھی اپنے عروج و اقبال کے بعد بعض مصالح
 الہی کے ماتحت دوبارہ و جگہ میں تبدیل ہو کر گئی تھی و تعمیر
 مذمت میں خرق ہو کر بالکل ایک چھوٹی سی بستی کی شکل میں تبدیل
 ہو چکی تھی۔ جہاں کوئی پرہیز تھا نہ اخبار۔ کارخانہ تھا نہ تار۔
 بجلی تھی نہ فون۔ یہی تھی نہ ڈیزل کار۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
 گاؤں کی ارباشیات اور جامداد کے علاوہ ہنس و جہات کی تعلف
 داری میں بحیثیت ایک رئیس و مالک تھے۔ مگر حضور پر نور جو دنیا
 اور اس کی عظمت و شہرت۔ مال و منال اور فضل و انفعالی نیز
 علانیہ سے سقیع ہو کر صرف خدا اور اس کے دین۔ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم اور مخلوق کی بہرہ ریزی و خدمت۔ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت و عظمت اور خدا کے نام کے
 اعلاء اور جلال کے انہار کے لئے وقف ہو چکے تھے۔ حضور کو
 اپنی کسی زمین کا علم تھا نہ جائیداد کا پتہ۔ جو جس کے قبضہ میں تھی
 وہی اس کو استعمال کرتا اور فائدہ اٹھاتا۔ حضور کو

پیسے کی بجائے دینے

پڑا کرتے۔ خرچ آمد سے زیادہ ہو جاتا۔ اور مالیہ و مکان بھی
 حضور کو اکثر اپنی گرمے ادا کرنا پڑتا۔ اس طرح حضور کی
 جائداد کے لحاظ سے مرزا حسین یا کاہنوں کے دھم پر تھے۔
 شرکا و حضور کے زبوری لحاظ سے اپنے حق کے باہر۔ علم کے
 پتے اور گناہ کے پورے تھے۔ وہ برسر اقتدار تھے۔ اور
 ان کا دبدبہ و لائٹھی جیتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی محبتی۔ رجوع خلق
 اور حضور کے فتانی اللہ۔ فتانی الرسول اور فتانی الدین ہو
 جلنے اور اپنے بیگانوں کو اپنی رنگ میں رنگین کرنے کی سعی
 کی وجہ سے اللہ و مقبال الی اللہ کے باعث اپنی کو حضور سے

خدا واسطے کا بغض

قلبی غلام اللہ دینی مذہب تھی۔ حضور کا عروج ان کو ایک
 آئینہ نہ جھانا۔ اور وہ ہیٹے درپے آزار رہتے۔ اپنی مذاق
 اور مخدوہ انتہا پر سے بھی بہت آگے نکل جایا کرتے۔ زہر
 مسجد خجاستہ و خشک و کھالی دیا کرتا۔ ان حالات کو دیکھ کر تقادیان
 اور وہی بڑھ جایا کرتے۔ کیونکہ قوال خداوندی

اذا انعم اللہ المؤمن جس لمحہ الطاسدین فی اللہ
 کی صداقت و روزانہ آپسوں سے دیکھتے تھے وہ مل کر تار۔ ملکیت کے
 لحاظ سے وہ بیٹوں جہاں ملکر ہی حضرت کی ملکیت سے فرمایا
 ہستند۔ مگر زور و جوش کے لحاظ سے ایسا نظر آتا کہ کہ بادی
 مالک و دعا کرتے۔ اور تقاضا میل کو چھوڑتا اور ان کی انداز مانی
 کی طرف ایک ہی مثال و ذبح کرتا ہوں۔ جو جماعت میں
 مقدر ہے دیوار

کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ یہ کام حضور کے شرکاء نے
معین حضور کو اذیت پہنچانے اور دیکھ دینے کی غرض سے
سید زور کی کرتے ہوئے کیا۔ ورنہ ان کا قطعاً کوئی حق نہ تھا
انہوں نے ایک دیوار کھڑی کر کے مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ
دونوں کا راستہ بند کر دیا۔ جس کی وجہ سے حضور کے خدام
غلاموں اور بھائیوں کے علاوہ خود حضور پر زور کو سخت
اذیت پہنچی۔ کیونکہ حضور کو اپنے دوستوں اور خدام کی تکلیف
کا احساس اپنی تکلیف سے بھی کہیں بڑھ کر ہوا کرتا تھا۔ سنا
میں پہنچنے کے لئے ایک لبا بکھراٹ کر لوگوں کو جانا پڑتا۔
اور برسات کے ایام میں تو کچھ گارے کے باعث اکثر لوگ
سیر کرنے سے جو بھی کھاتے تھے۔ حضرت اقدس ملیہ
الصلوۃ والسلام نے ازراہ شفقت اپنے مکان کے گول کمرہ
کے دروازے کھول کر راستہ بنوا دیا۔ جس سے بہت حد تک
تکلیف اور مشکل میں کمی ہو گئی۔ مگر تاہم یہ ایک

بیماری ختم اور انتہائی ظلم

نفا۔ جو ان لوگوں نے روا رکھا۔ اسی پر جس نے بھی ان شرکار
کی دیکھا دیکھی اور شہ پر بعض وہ لوگ جو کہیں آسلائے اور
رویل اور اردول ہو کر تھے۔ وہ بھی دیر ہو رہے تھے اور
نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ اگر کوئی احمدی کسی ایسے افتادہ
کھیت میں بھی رہنے حاجت کے لئے چلا جاتا۔ تو ملکیت تو ان
کے آقا کی مگر وہ لوگ بطور مزاحم کبھی اس میں تلبہ دانی کر
چکے تھے۔ تو یہ بد بخت اس کو اس بات پر بھی مجبور کرتے کہ وہ

غلاطت اٹھا کر

لے جاتے۔
کہاں۔ پھاڑے اور لوگیاں کام کرتے مزدوروں سے
چسپن کرے جانا کر ایک سموی بات جو بھی تھی۔ انفرادی طور پر
رائی جھگڑا۔ مار پیٹ اور تکرار و تفریق کے سلوک کے علاوہ
ایک مرتبہ جو صلہ کر کے غریب احمدیوں کے گھر ملے۔ ان
آن گئے تھے۔ ان مشکلات و مصائب اور بے پناہ مظالم کے
مقابلہ میں ہیں

حکم یہ تھا

کہ:- جس سے سب کچھ برداشت کرو۔ اور اُن تک زکوہ۔
جس میں برداشت کی تاب نہیں۔ اور اس کا نفس اس
کو انتقام و مقابلہ پر آمادہ کرتا ہے۔ تو بہتر ہے کہ
وہ یہاں سے چلا جائے۔
گاہیاں کے دعاؤں و پاگے دکھ کر ام دو
کبر کی عادت جو بد بھوتم دکھاؤ انکسار
اپنے اور رعیت و حکومت لوگوں کا یہ حال تھا۔ تو غیر دل کی
مخالفت۔ ان کے مظالم اور سلسلہ کو نامزد و مقدم کر دینے کی
کوششوں اور منصوبہ کار کیا حاسب و شمار ہو سکتا ہے؟ یہ داستان
ظلم و ستم نہایت ہی دردناک۔ کہانی طولانی اور تھکے وقت آئیز
ہیں۔ جن کا یہ سوتہ نہیں۔

سیدنا حضرت اقدس ملیہ الصلوۃ والسلام نے خاندانی ترکہ
بے جز ورنہ پایا۔ اس کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے اس تسلیم اور
محبت صبر کے کلام سے ہو سکتا ہے جو حضرت کو اپنے وکالت و
بزرگواری و وفات کے باعث بتائے بشریت بعض وجوہ معاش کے

کے بند ہو جانے کے خیال سے پیدا ہونے والے لکڑ پر آپ کو اہل
فرمایا:-

الیس اللہ بکاف عبدک

ترکہ مرحوم کا قادیان کی اراکینیات میں تھیں یلین آئے تھے۔ بارہ آنہ
بعض پیچیدگیوں میں مرزا اعظم بیگ صاحب کی طرف چلا گیا۔ اور قریباً
قریباً ایک آنہ باقی قیوں شریک بھائیوں کا تھا۔ جس +

قادیان کی سستی کا احیاء

اور:-

اسکی عظمت کا دور

یعنی نئی زمین اور نیا آسمان

قوموں اور ملکوں۔ حکومتوں اور سلطنتوں۔ شہروں اور دیہاتوں
کی تہمت کا پھانا اور بگاڑ دینا خدا نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔
جس کے سارے افعال اور فتوئوں کی مصلحت اور حکمت کا جانتا
زہر کسی کے لئے ضروری ہے۔ اور نہ ہی ممکن۔ خدا کی ساری خدائی
کا احاطہ لایحیطون بشی من علمہ الا بعا شاعر۔

قادر ہے وہ بارگاہ ٹوٹا کام بنا دے

بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھینہ پاد
کی قوم کا مشا دینا یا اس کی حکومت و سلطنت کو اٹھا دینا کسی بطور
سزا و عذاب اور کسی بطور انعام و احصاف ایسی ہو کر تاکہ ہے
انعام پالے یا ترقیات کے لئے ترانیاں لازمی اور ضروری ہیں جو
کسی کی جاتی اور کسی کرائی جاتی ہیں یہی کسی شرعی احکام اور اصول
و فرائض کی تفسیر میں انسان خود اپنی خوشی سے اپنے اور مجاہدات
در ریاضت اور مشکلات و تکالیف اور ذکر کے قربانی کرتا۔ اور ایک
مذہب قبول کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ فیوض و برکات الہی کا مورد
بن جاتا ہے۔ اور کبھی خود خدا کی طرف سے

تضاع و قدر

کے تحت۔ تو وہی اور افراد پر مشکلات و مصائب کے پہاڑ گر آئے
جلتے اور وہ آگ لگے جاتے ہیں۔ اس امتحان میں رہنا و تسلیم اور
صبر و استقامت کے نتیجے میں جو عظیم نشان برکات۔ خلاق حادثات
تغیرات اور عروج و اقبال ملا کرتا ہے۔ وہ رسول کی ریاضت۔
مذلوں کے مجاہدے اور ساہرا سال کی عبادت کے نتائج و ثمرات
سے بھی کہیں بڑھ کر ہوا کرتا ہے۔ یہی لوگ اور توہیں خدائی صفات
رحمت اور ہدایت کی مستحق و مورد ہوتی ہیں۔

چھوٹی چیز بڑی کے واسطے۔ سہولتی اعراض۔ مقاصد عالیہ کیلئے
افراد۔ قوم پر اور دنیا اعلیٰ پر قربان و فدا کر کے جایا کرتے ہیں۔
دنیا فانی۔ دنیا والے ہی فانی۔ اس کے سارے سامان فانی سلطنت
و خیرت ہی فانی اور زوال پذیر

سہ فانیوں کی جہاد و جہنم پر بلا آوے ہزار
جا و دنیا چیز کیا دنیا ہے خود ناپا سیدار

خدا باقی یا پھر خدا اولے۔ خدا میں تم ہو جانے والے۔ اور
وہ باقی یا پھر خدا میں جو ہر چیز پر خدا کو مقدم کر لیتے۔ اپنے ارادے۔
خواستات اور آرزوئیں اس کی رضا کے لئے قربان کر کے

وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ

کا کامل اموہ اور اعلیٰ نمود پیش کر دیا کرتے ہیں۔ وہ خدا میں جو
اسی میں نہاں ہو کر اس طرح اپنے رب کی بیاد میں آجاتے ہیں
کہ پھر آگ ان کو جلا سکتی ہے۔ نہ پانی ان کو ڈبو سکتا ہے۔ ان پر
خدا کرنے والوں کو خدا خود جواب دینا اور مقابلہ کرنے والوں
کے مقابل پر کھڑا ہو کر ان کا مقابلہ کرتا ہے۔ وہ خدا کے لئے ذریعہ
سلطنتوں اور حکومتوں کو لات مارتے اور شکر اتے ہیں۔ مگر خدا
کو ایسی دولت و حکومت عطا فرماتا۔ جو لافانی اور غیر فانی ہو کر رہتی
ہے۔ اور وہ ایسا ملک روحانی اور عطا روحانی ہے۔ جو کبھی مقابلہ
پر مددی و قیامی بادشاہی بھی رہے اور قربان کئے جانے کے قابل۔
وہ خدا کے بادشاہ نہ صرف اس پر شکر کرتے ہیں کہ ان کی غلامی میں
سعادت اور کفایت پر مددی میں عزت پاتے ہیں۔

سہ ملک روحانی کی شہادی کی نہیں کوئی نظیر
وہ دنیا کو کیلئے نظر کرتے۔ یکے و تمہا دکھائی دیتے۔ مگر وہ پردہ الہی کا
خدا خود ان کا معین۔ حافظ و ناصر ہوتا ہے۔ وہ بار و غالب
ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان پر کسی کو غلبہ نہیں مل سکتا۔ ہر شے ہی غالب
ہوتے ہیں۔ کیونکہ خداوند عالم کے لاکھوں کرداروں فرشتوں ان کے
ساتھ رہتے ہیں۔ جو ان کی تائید و نصرت کے لئے سرگرم عمل
اور کمر بستہ رہا کرتے ہیں۔ اور خدا کا یہ فضل۔ یہ انعام صرف
اور صرف الہی پاکہ ذل کے حصہ میں آتا ہے۔ جو اپنی ساری بہت
سارے ارادہ اور بھی ولی ترب سے

خالص خدا کے ہو جاتے ہیں

یہ باتیں بناوٹ یا نقل سے نہیں ملاکتیں۔ کیونکہ خدا خالق و مالک
دوں کی کینیات کو دیکھتا اور نشان کے اندرون پر جہاں ہے۔
ظاہر و باطن اور خالی قشر یا ہوا اور گوشت پوست اس کے حضور
شریف قبولیت نہیں پاتے۔ بلکہ سچی نیت اور قربانی کی پاک و
مسلح روح وہاں قبول ہوتی ہے۔ جن میں اللہ لہو صفا و صلا
دما تھا و لکن ینالہ التقویٰ منکم۔

ظہن اور یہ آسان خدا جانے کتنے عرصے تیرات
کے بعد جا کر کھل ہوئے۔ اور موجود و شکل و صورت تک پہنچے ہیں
پیر اور سال میں یا لاکھوں برس میں؟ تو عالم روحانی کی تکمیل
کا تو اندازہ ہی مشکل ہے۔ کیونکہ وہ سفلی دہادی اور کیفیہ۔ مگر
یہ عالم روحانی اور لطیف بلکہ اعلیٰ۔ حدیث میں آیا ہے کہ
رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ خداوند نے مجھے
مخاطب کر کے فرمایا۔

لو لا انما خلقت الانسان

موجس کی خاطر اور خدمت کے لئے یہ دنیا جہان اور بہت کچھ
بنا اور سبے زانوں اور قوتوں میں کھل چکا۔ اس کا کمال اور
تسویہ کتنے بے زمانہ میں ہوا ہو گا؟

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے۔ کہ اول ما خلق اللہ
نوری۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے
پہلے میرا نور اللہ تعالیٰ نے خلق فرمایا۔ مگر یہ پیدائش عالم
سہ پہلے

پیدا ہوا۔ مگر اس کا ظہور کب ہوا یہ ظاہر ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے بعد یعنی آج سے قریباً چودہ سو برس پہلے۔ مگر یہ تحقیق نور محمدی اور نور محمدی کا درجہ پانی پر مہر ایک نہایت طہریل زمانہ پر مشتمل ہے۔ اور خدا جانے کتنی باریک درباریک اور لطیف و نفیس ترتیبات کے بعد اس کی تکمیل ہوئی۔ اور کتنے تقیبات ذہنی اور دماغی۔ علمی اور اخلاقی کے بعد نسل انسانی میں اس

نور نبوت

کی برداشت کی طاقت و تاب پیدا ہوئی یہ ابھی حالت یہ تھی۔ کہ تکمیل نور نبوی یعنی جس شخصیت نور ہوئی۔ مگر تکمیل اشاعت اور اس کی وسیع و گہری اور قریب و دور سوسوس کا زمانہ درکار تھا۔ جو مسیح محمدی یعنی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والا صفات اور آپ کے زمانہ میں مقدور تھا۔ اور چونکہ مسیح محمدی کی بعثت خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی بعثت ہے۔ جیسا کہ

آخرین منہم لنبی یحقو بہم

لیں بیان ہوا۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیح محمدی کی بعثت کو اپنی بعثت اور اس کے زمانہ کو خود اپنا زمانہ فرمایا۔ بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مشور اور استشار پر یہاں تک فرمایا۔

”میں نہیں کہا جاسکتا کہ میری امت کے لئے پہلا زمانہ زیادہ اچھا ہے۔ یا آخری زمانہ“

یعنی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ۔

اس کے علاوہ سامان مٹا اہل البیت۔ فرما کر گویا ان کو اپنا لیا۔ اور جس قریب و قرابت اور تلقی اور مشفقہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ سمجھنا اس کے لئے ایک حقیقت اور طور و گزشتہ دلوں کے واسطے نور و روشنی۔ آپ نے اس پر پس نہیں کی۔ بلکہ اس معاملہ کو اور کھولا۔ اور نمایاں فرمایا ہے۔ جب کہ

سیدنا حضرت سلمان فارسی

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلمہ ہے۔ دست حقیقت و گمراہی حقیقت کا انکشاف فرمایا کہ۔ تو کائنات الانسان بالشر یا لسانہ و حیل الرجال من اجساد فارک۔ اس حدیث کو اگر اس کے بیان کی وجہ کے ساتھ بلا کر رکھا جائے۔ تو بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیتا قرآنی و ہدایا رسول و موعود بالہدی و مبین الحق لیظہروا۔ الدین کاملہ کی تشریح کے لئے فرمایا ہے کہ یہ اظہار الدین مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کے زمانہ میں ہو گا۔ اور اسی دوران میں آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مذکورہ الفاظ فرمائے اس طرح گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دامن ہی صحابہ اور آیتا قرآنی و ہدایا کے ہاتھ میں دیدیا۔ اب بھی اگر کوئی نہ سمجھے۔

تو سمجھائے گا خدا

اور نور محمدی کی اس کون اور صفات کو جو اس مقدس انسان کے روحانی و جسمانی ذرات کی بے شمار تہیوں کے اندر پنہاں تھی اس کو شناخت فرما کر۔ بھانپ کر یا اس کی خوشبو پا کر اعلان فرما دیا کہ یہ وہ شخص ہے۔ جس کی نسل میں نور محمدی موجود ہے جو میری بعثت ثانیہ اور زمانہ

اشاعت نور محمدی

میں ظاہر ہو کر چمکے گا۔

الغرض یہ سارے تقیبات اور تبدیلیاں جو اس دور میں ہوئیں ساری ترتیبات اور عروج علمی و عملی ظہور میں آئے۔ انسان کا ذہنی اور دماغی ارتقی ہوا۔ انسان کی ہر قسم کی استعدادیں برہمن۔ ذہنی و آسمانی حوادث ظاہر ہوئے۔ سائنس کا چرچا ہوا۔ ایجادات کا کمال اور عجیب العقول آلات نکلے۔ یہ تمام کے تمام اسی روحانی مادہ اور آسمانی نور کی اشاعت و خدمت کے لئے ظہور میں آئے۔ یا پھر نور محمدی کے اس ظرف لطیف و تکلیف اور طیب و امین کی تیاری کے لئے یہ سب کچھ ہوا۔ جو بطور ایک تابوت مسکینیت ترقی یافتہ اور مادی کمالات سے آراستہ دنیا کے لئے مقدور تھا۔ اور یہ امر کہی خدا کی ایک مقبول نسل کے پستہ پائیت کے گناہوں تقیبات اور خلاصہ در خلاصہ کی روح ہے۔ جس کو خداوند خدا نے اپنی رحمت کے طر سے مسوح فرما کر ہزاروں چکر اور سینکڑوں ہستیوں میں سے نکال دئے۔ جسے نور محمدی کی تبلیغ و اشاعت کے لئے تیار فرمایا جو

سیدنا حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ دنیا کو ملے والا اور کفر و شرک و جہالت و ضلالت۔ نیز جنگ و جدال اور شرارت و خد کو مٹا کر دنیا کو شیطانی غلامی۔ جہالت کی تاریکی اور کفر و شرک کی مہاسمت سے آزاد کر کے بندوں کو خدا کے بندے اور باعلاق بندے بنانے کو آئے والا تھا۔ مجھے سبکوں کو ہدایت کا نور دے کر اپنے خالق حقیقی کی طرف پھرنے اور اس سے ملا دینے والا تھا۔

حضرت اقدس کی دینی ریاست اور خانہ دینی حشمت نیز دولت و ثروت کی صفات اللہ تعالیٰ کے باریک درباریک مصالح اور نہال در نہال محسوس اور محسوس کے تحت پیوستہ ہی گئی۔ تو ت و شوکت اور حکومت و رعب کا کوئی بھی اثر باقی نہ رہ گیا۔ بلکہ شکست و مصائب کا ایسا دور شروع ہوا کہ حضور کے حالہ بزرگوار تو ناکامیوں اور نارادیوں کی وجہ سے عموماً ایک نہایت گرداب غم اور حزن و اضطراب میں زندگی بسر کرتے تھے۔ چنانچہ ان حالات کا جو اثر حضور پر نور قبول فرمائے۔ وہ یہ تھا کہ۔

”مجھے ان حالات کو دیکھ کر ایک تبدیل پیدا کرنے کا موقع حاصل ہوتا تھا۔ کیونکہ حضرت والد صاحب کی تلخ زندگی کا نقشہ مجھے اس بے لوث زندگی کا سبق دیتا تھا۔ جو دنیوی کم و زول سے پاک ہے۔“ (کتاب البرہم)

آدل تو خدا نے ہی اپنے فضل سے حضور پر نور کی غفلت کا غیر

اپنی محبت اور عشق

کی مقدس مٹی اور خاد صفا کے مادہ سے اٹھایا تھا۔ پھر اس کے فرشتوں نے حضور کے سینہ کو ہر قسم کی دنیوی کشائشوں اور کدورتوں سے دھویا تھا۔ بزرگوں کی سعادت کے چلے جانے سے جو حالات پیدا ہوئے۔ جن کا نمایاں نتیجہ آپ کی عبرت اور تمیز الی اللہ کے لئے آپ کے والد محترم کی زندگی کی صورت میں آپ کے ملنے تھا۔ جس نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ اور حضور کو حقیقت و دنیا ناپائیدار اور اس کی زینتوں سے کٹ کر خالص اور سچے خدا کے ہو گئے۔

ان تقیبات کی شہ میں کیا مصالح الہی اور حکمتیں معنی دکاؤں یا حقین۔ ان کا تفصیلی علم تو خدا کے سوا کسی کو نہیں یا پھر خدا نے

حقان میں کو دے دیا۔ ایک سوئی سی بات موقع و محل کی مناسبت سے میری سمجھ میں آئی۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اقل خداوند عالم نے سیدنا حضرت اقدس کو ایک عظیم المرتبت اور نہایت گہرے بننے میں پیدا کیا تا نجات و شرف کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجہ کی تربیت ہو۔ کیونکہ بارشائوں نے آپ کی غلامی میں داخل ہونا خدا و دم پر کہ حکومت و طاقت مٹا دی۔ تاکہ کسی کو یہ سمجھنے کا موقع نہ ملے۔ کہ حکومت و طاقت کے ذریعہ سے کیا بے رحم ہے۔ اور صرف خدا کی تائید و نصرت اور اسی کے نام کا جلال و شوکت ظاہر ہو کہ امر موسم وہ جو خود حضرت نے ارقام فرمایا ہے۔

”مگر تا ہم میں جانتا ہوں۔ کہ وہ تمام صف ہمارے اجداد کی ریاست اور ملک داری کی لپیٹ تھی۔ اور وہ سلسلہ سہاگے وقت میں اگر بالکل ختم ہو گیا۔ اور ایسا ہوا۔ تاکہ خدا تعالیٰ نے نیا سلسلہ قائم کر دے۔ جیسا کہ براہین احمدیہ میں اس سہاگہ کی طرف سے یہ اہلک ہے۔ سبحان اللہ تبارک و تعالیٰ زاد مجدداً ینقح آبارہ و ینبہ عوینا من حذو جوبت برکتوں والا ہے۔ اور بلند اور پاک ہے۔ اس نے تیری بزرگی کو تیرے خاندان کی نسبت زیادہ کیا۔ اب سے تیرے آباء کا ذکر قطع کیا جائے گا۔ اور خدا تجھے سے شروع کرے گا۔ اور دینا ہی اسے مجھے نہایت دی۔ کہ میں مجھے برکتوں والوں کا۔ اور بہت برکتوں والوں سے بیالی تبارک کہ بادشاہ تیسوے کیڑوں سے برکتوں و حویناں گے۔“

الغرض وہ دور ختم ہو کر دوسرا مبارک دور شروع ہو گیا۔ جس کے متعلق خدا کی وعدے ہے انتہا برکتوں اور ترتیبات و حویناں کے علاوہ حاد و حلال اور شوکت و اقبال کے بھی ہیں۔ تیری دین میں حضور کے اللہ تعالیٰ نے تیار کیا کہ تیری جو مرکز سلسلہ اور نگاہ رسول ہے۔ جس بہت ترقی کرے گی۔ جو حق کرم اور بہت بارون ہوگی۔ علم و فضل اور تقویٰ بھارت کا چوچا ہوئے گا۔ جس کی گود دنیا بھان کر اب اسی مرکز سے مدد ملے گی پانی اور خدا کا لگاؤ۔ یہ سبق ظاہری و باطنی سے بھی بڑھے گی۔ اور بہت بڑھے گی۔ جس کی اس کی وسیع سرگرمی پر گونا گوں سواروں کی کثرت سے پٹا پٹا ہو گا اور بہت بڑھے جسے سچے اور جو ہری اس کے ہانداؤں میں نور و زکی کر رہے گے۔ اور اسی سچے گی۔ مگر دینا ہے جیسا کہ اس کی آبادی کا سلسلہ پیچھے جائے گا۔ اور ہجوم خلق کی وجہ سے ارض حرم کا منظر ہو کر رہے گا۔

زمین تادیان اب مکر ہے
انجم غیبی سے ارض حرم ہے
میرکہ حان ان نقان و نقاب میں اناس وقت آگیا ہے
کیریری تائید و نصرت کے سالان ظاہر ہوئے۔ اور نور دینا کے کناروں تک شہر و معروف ہو جائے۔
سنت اللہ ہے کہ انیا اکرام کے مقاصد کی توجہ سے
تو اللہ تعالیٰ ان کے لپے ہاتھوں کو دیا کہ تیسوے۔ باقی تنظیم
اسکی کام حفاظت و دیاری اور تعمیل و تمیز ان کے اندر

قدت ثانیہ

یعنی خلفائے کے ذریعہ کرائی جاتی ہے۔ جو اپنے مطابق و تنوع کے کام کی نگرانی و خدمت اور ترقی و اشاعت میں سرگرم عمل

خلافتِ ثانیہ کے برکات و فیوض

کا خواب اس فواج میں نشان ہی نہیں ملتا رہتا رہی کی ترقی ہے۔
 مستی جو کہ اب ادھر کا رخ ہی نہیں کرتی۔ جی کہ شکار ہی
 بیچارے ترستے ہیں۔ اور بد وقت سے میلوں میں تک ان کی
 تلاش کرتے۔ مگر وہ کچھ ایسے غائب ہوئے کہ ان کا ملنا ہی محال
 ہو گیا۔ وہ جس کے ادراک کے کنارے کہیں سرگمے یا اچھا تو کسے
 گئے جنگوں میں پائے جاتے ہیں۔ جہاں ان کا مار لینا کچھ آسان
 نہیں رہتا۔

رونق بازار

خدا مالاخدیہ

کے اراکین انکا روزانہ یہ اور ایسی دیگر رفاه عام کی خدمات
 شوق رہا تا عدل سے بجالانے میں۔ کیونکہ یہ امر ان کے فرائض میں
 داخل اور روزنامہ کی ضرورت ہے۔ جس کی بجائے ہی سے ان کو
 یہ علم ہے خدا اور خوشنودی امام بیگزونی ہے۔ اور ان کے دین کے
 ساتھ ان کو دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ خلق خدا کی خدمت کا
 مقدس فرض خوشی سے بجالانے۔ اور اس میں راحت محسوس کرتے ہیں۔

ایک اور سو کی بہت

ان تیرت غلبہ کی وجہ سے سید قدم شریف کو غلہ کے فضل سے فہم ہی ہو
چکا ہے۔ اور وہ سید و مرادوں کے لوازم۔ وہ غلبہ پر کش ماضی و کن کے گیت
اور منت الی کہا کرتا ہے اور وہ عربوں و عورتوں کی گویاں ہے اور جیسا کہ
مکاتہ اور جیو خانان اور قبتہ فادہ اور سر عیلول سب غلبہ کے فضل
سے ریح و بن سے اکھڑ گئی۔ بالی سیلوں کی اصلاح کے لئے اشد قائل
نئے زمانہ کر دیتے۔ اور وہ اب سیلوں کی اصلاح

عن

کے نام سے مشہور ہونے لگے۔ جہاں تعظیم اپنے اپنے ناک میں انگو
بغیدہ اور بادق بنانے کی کوشش اور سعی میں مصروف ہیں۔ گندہ
کلیتوں اور فضول بکواس کی بجائے خوالی اور دولت خوالی کا چرچا کرنے
لگا۔ اور اس طرح ان کی اصلاح کے سامان پیدا ہو رہے ہیں کہ نہ
آسمان سے ہوا ہی اللہ تعالیٰ نے سچ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
افلاس تدسیع کی فیصل اپنی چلا دی ہے۔ کہ خود دنیا کو بات سے تنفر
اور سرحدات سے محبت کرنے لگی ہے۔ اور یہ تغیرات بھی زیادہ تر
ایماندار حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح اثنی عشر خلافت میں ظہور
پزیر ہوئے۔ اور ایسے کبر و دیلوں کو بنا کر میدانِ حضرت سچ موعود
علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفائے دنیا کو جو کچھ دیکھیں
کی ایک جھلک ہمارے جلسہ لانہ کی شکل میں نمایاں ہے۔ جس سے
دنیا اندازہ کر سکتی ہے کہ حضور نے کیا کیا

نکس چیز کو مٹایا

کس کو قائم فرمایا۔

درندے اور وحوش

سپکاری دور ہوئی

تو اس کے ہر ہتھیار سے ہر دھڑ بھڑ گئے۔ تیار تازی لڑی نہ اس کے
اٹے۔ جو کہ کل رات جیتا ہی نہ بولیں گے بچھا پیے۔ اور پکڑو حکم
جیسے کہ ہر گز نہ تیار ہو جس خدا کے قبض ہے اس قسم کی ساری
کلیات و اسباب قطع ہو گیا۔ بیشکی و فرشتی و فرشتی ہی جہاں خدا
نے جس پر ہے انھا کو تادیان کے تقدس میں ظاہری لحاظ سے بھی
مستند تھا۔ وہ اس کے لئے اور ہر مازم بھی نامور ہو گئے۔

کوڑا کرکٹ

پیش کی سواری

قادیان میں پہنچی۔ جس سے سوارانی کی شکایت اور مرشد کے
مصابیب کا خاتمہ ہوا۔ جو مرشد کا جس قدر سبب مشکل اور اس کے ساتھ
سائبہ کا رہی رہیں۔ اسی پر مبنی۔ بلکہ ایک عوامی جہاد والی کے
دل میں خدا کے فتح کی اور وہ اسلئے سوارانی چارے لیکر قادیان پہنچا
یہاں داتا۔ جس نے اس کی حکمت سے اثر کر لیا۔ حضرت کو اس
خلیفان کو سہم بھی کر لیا۔ یہ کچھ تو منہ اور یہ عالم ہے کہ اب تک گھانا
زندہ و حلق و اما اقلیوں کے ماتحت خدا جلنے کیا کیا
سورہ یوں یہاں آئیں گی۔ یہ سیدنا حضرت اندلس سے موجود علیہ
الصلوة والسلام فرماتے ہیں۔

٥٠٠

چنانچہ حضور پر نور کی یہ دیوہا ایک مرتبہ تو یوں پید کی ہوئی
 کہ بیاد نادیدان سرگ پر خدیوائی کا ریں چلے گئیں۔ اور میان ملک
 ترقی ہوئی۔ کہ دن بھر میں چھ مرتبہ آئیں۔ اور چھ مرتبہ ہی دیکھی
 جاتیں۔ رات گاہی کو ملا لیا جائے۔ تو چھ مرتبہ آئیں اور چھ مرتبہ ہی

میں نے کہا کہ اگر اس کے دونوں طرف قادیان کی آبادی واقعہ
 ہو تو اس آبادی میں سے جو کہ اس کا گھنا کر یا ہمارا ہی ہے
 گھنا کر یا ہمارا ہی ہے۔ مگر خدا معلوم کل کو بلی مٹا دینے کے یا اذادوں
 میں سے جو کہ گھنا کر یا ہمارا ہی ہے۔ اور اس طرح بار بار حضور کا یہ رویا پورا
 ہوتا رہتا ہے کہ یہ سب ہو۔ سرورِ عالم یہ فریاد کا دل تو صریحاً
 ہوتا ہے کہ موجودہ لوگوں پر سیدنا حضرت اقدس کے اس رویار
 کی حالت کے اظہار کو آئی نہیں۔ جو انہیں اور عزیز چھ ماہ دور
 کر دے گی۔ اور بار بار دعا کی نیز گدے گدے گدوں کی جان
 بچے۔ ناظرین۔ الحمد للہ۔ الحمد للہ۔

ریل یا ریلوے سواروں کی آمد کا نظارہ اشد غلغلے
 کے ساتھ ہے۔ سیدنا حضرت اقدس (رحمہ اللہ) سیدنا علیہ السلام
 کو دکھا دیا۔ مگر یہی ہی خلافتِ ثانیہ کے عہد مبارک میں۔

حیثیت جاہلاد

مگر خدا اور دیر نہ ہو کہ ان کے غلطانے کے سطور اور
 کے ساتھ کہ وہ آج بھی ہے۔ غلطانے و غلطانے عمارتِ برست یا
 و غیر ہوں۔ مگر آج اور ہر باطل کے سمجھو۔ اور
 کے غلطانے آبادی و عمارت کی انہی ترقی ہوئے۔ کہ اب اصل
 میں تو یہ ہے کہ زمین غنی محال۔ وہ فیصل نزل و سرکار جو کوڑیوں
 کے ہوں۔ بلکہ غلطانے کے برابر حکام مختلفہ لوگوں کے غلطانے
 تھی۔ ایک ہی جگہ سے سودیہ میں ہی وقتاً بوقت نہیں ہو سکتی۔
 کان جن کی نگرانی پر ان کا خرچ کرنا پڑتا تھا سبباً یا ہوا کر ایہ
 و شام میں۔ کھائی اور کھانے کے کھانے لوگوں کے غلطانے
 اشد غلغلے ہوئے۔ جن کو ہر گز ہوا کہ غلطانے کے خواجہات زمین
 کی غلطانے کی گئی ہوئے۔ انہیں زمین قادیان اب ہر غلطانے
 سے غلطانے۔ روحانی غلطانے ہی اور مادی غلطانے ہی۔ جس
 اپنے انداز میں اور غلطانے و آبادی کی غلطانے اس زمانے کے غلطانے
 میں ان کل

جائیں بچاں گئے سے سو گنا

تک سو گنا و غلطانے کے غلطانے ہے۔ اور ابھی بچتی جاہلی
 ہے۔ اور بچتی جاہلی۔ غلطانے بچت کا احسان ہے۔ کہ انہوں
 نے روحانی فیوض و برکات کے خزانوں کی طرح زمین خزانوں کے
 دروازے ہی کھول دیئے۔ اور اپنی نہایت ہی قیمتی اراضیات
 مفت کے برابر لوگوں میں تقسیم کرنی شروع کر دیں۔ تاکہ وہ اس
 مقدس جہاں پر گھر بنا کر امن و چین کی زندگی بسر کر سکیں۔ اگر
 خدا ان اس فیاضی و ایشیاء سے کام نہ لیتا۔ تو سو چند تو کتب
 ہزار چند قیمت پر ہی اس جہاں میں زمین ہوتی۔ آسکتی۔ اور
 اس لڑا اس شمع روحانی کے ہر دے تڑپ تڑپ کر ہی جان
 بچتی ہو گئے۔ یہ احسان اتنا بھاری اور قابلِ شکر گزاری ہے
 کہ جہاں نہیں ہی اگر سنا بعد نسل اس کی شکر گزاری ادا کرے
 میں قربان ہو جائیں۔ تو

حق شکر گزاری

میں نے کہا۔ مقدس اگر وہ۔ حق کہنے کے غلطانے ہوتے
 کے ساتھ ہی ہو گیا ہو سکتا تھا کہ زمینیں روک لکھنے
 کے ساتھ حق و صدق کے شیدائی۔ اخلاص و عقیدت کے
 کے ساتھ ہی ہو گیا۔ قادیان کی تقدس بستی اور جو اور
 کے ساتھ ہی ہو گیا۔ حقیت پر احادی حاصل کرنے

کو تیار ہو جاتے۔
 اس طرح نہ صرف اس کریم النفس خاندان نے اپنی لداہی نیامنی
 نظری برکت اور خاندانی اعتبار کو صرف اپنے حدام اور عقیدت کی بھول
 تاک ہی محدود رکھا۔ بلکہ اس ذریعے اپنی قدیم غریب و محنت
 پر ہی بہت بڑا احسان فرمایا۔ ورنہ یہ غریب روپیہ کی لالچ میں کسی
 کے اپنے گھر بار بیچ گھر کے بچے گھر اور بچے خاندان ہو چکے ہوتے
 جن کو پھر قادیان میں زمین کا مٹا قریباً محال ہی تھا۔ اور اسیوں
 میں سے متوسط الحال اور غریبوں پر یہ رحم ہوا۔ کہ زیادہ قیمت ہوئی
 تو وہ بھی خرید نہ سکتے۔ اور محروم رہ جاتے۔ کئی ایسے میرے علم
 میں ہیں۔ جنہوں نے روپیہ کی طرح سے گھر بیچ دیئے۔ مگر پھر باوجود
 کوشش کے بھی وہ قادیان میں گھر نہ بنا سکے۔ کئی ایسے میرے علم
 میں ہیں۔ کہ انہیں ان رحمت پر در۔ غریب نواز اور رحیم بزرگوں
 نے قیمتی اراضیات بالکل مفت دے دیں۔ اور اس میں احمدی۔ غیر
 احمدی بلکہ مسلم و غیر مسلم کی بھی تفریق نہ رہی۔ ایسے لوگ بھی میرے
 علم میں ہیں۔ جنہوں نے بالکل سب سے زمین خریدی۔ اور کچھ
 عرصہ بعد پچاس پچاس بلکہ ساٹھ گنا تک پر فروخت کر کے بہت بڑا
 فائدہ حاصل کر لیا۔

ناخواندگی نہالت کا ازالہ

اور تعلیم کا چرچا تو قادیان اور اس کے گرد و فواح میں خدا کے فضل
 سے اس طرح ہوا۔ کہ اس کی مثال ہندوستان بھر میں نہیں مل
 سکتی۔ سیدنا سیدنا سیدنا سیدنا علیہ السلام کے ایسا علم و
 عرفان کا نور اپنے ساتھ لائے جس نے نہالت کی تاریکیوں کو دور
 کر کے علوم ظاہری و باطنی۔ دینی اور دنیوی کا ایک دریا رواں کر دیا
 کیا وہ زمانہ کہ سبھی شکر گوئے کے آدمی ہی دھڑکتے نہ ملا کرتے تھے۔
 کجا یہ دن کہ اس مقدس جہاں میں جاہل و ان چڑھ کا مٹا شکل ہو گیا
 ہے۔ احمدیوں میں تو سیدنا امیر المؤمنین حضرت اقدس خلیفۃ المسیح
 اثنائی کی تحریک کے ماتحت اب خدا کے فضل سے سو فیصدی بڑھے
 گئے لوگ موجود ہو گئے۔ اور اتنا بھاری فیوض ہے۔ کہ تہذیب و
 تمدن کے ان ممالک میں بھی اس کی نظیر شاید نہ مل سکے۔ جو اب آپ
 کو علم و ہنر کا گہوارہ سمجھتے ہیں۔ کئی سال گزرے بعض زندہ دل
 باذاتی بزرگوں نے ایک جلسہ کر کے مدتِ وقت سلسلہ کے معنوں پر قادیان
 میں مقیم دوستوں کے مختلف زبانوں میں تقریریں کرائیں۔ نوٹ لکھے۔
 غالباً چالیس مختلف زبانوں کے جلسے والے مختلف ممالک کے
 لوگ قادیان میں موجود تھے۔ اب خدا کے فضل سے اور
 ترقی ہو چکی ہے۔

فتبارت من علم و تعلم

آج قادیان کی اس مبارک بستی میں خدا کے فضل سے ترقی ہائی
 سکول کا سیلاب کے ساتھ چل رہے ہیں۔ جن کے ساتھ تین چار الگ
 ایسے ایسے پرائمری سکول بھی ہیں۔ اور دینی پرائمری سکول
 ان کے علاوہ۔

تعلیم الاسلام ہائی سکول جس میں ۹۲۸ طلباء تعلیم پا رہے
 ہیں۔ اور تمام مرقعہ کے علاوہ دینی تعلیم کا کوئی بھی خاطر خواہ نہ کیا
 ہوا ہے۔ اس عرصہ کی عمارت ایسی شاندار اور اتنی خوبصورت ہے
 کہ عجیب بھراہی اس کے مقابل کی دور مری عمارت ہائی سکول پر چوڑ
 نہیں۔ اس سکول کی عمارت کا تخمینہ

ایک لاکھ دس ہزار

ہو رہی تھا۔ مگر بالائی منزل ایسی نہیں بنائی گئی۔ اور موجودہ عمارت
 اب پھر ہزاروں روپے کے طرح ہے۔ مگر ترقی کی یہ قادیان میں ہر گز
 صاحب بھی تیار ہوئی۔ نقشہ و تخمینہ میں انہیں کا تیار کر دیا۔
 ایک ہزار گنا ہے جس کا نقشہ و تخمینہ انہیں ہزاروں روپے تک
 نور الدین صاحب مرحوم نے بنایا۔ اور تیار کی ترقی قادیان میں ہر گز
 صاحب بھی ہوئی۔
 دو کمرائے گز سکول ہے جو سیدۃ النساء حضرت
 ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام پر بنون ہے۔ اس میں
 ان دونوں ۱۳۰ طالبات داخل ہو کر تعلیم پا رہی ہیں۔ انکی عمارت
 پر بائیس ہزار روپے کے انداز میں بنایا گیا۔ تعلیم کے علاوہ اس میں
 ایک بہت بڑی مسجد حضرت سیدنا حضرت اقدس امیر المؤمنین خلیفۃ
 المسیح اثنائی کی تو جہالت کی فیصل رکنی گئی ہے۔ کہ مڈل کی تعلیم کے بعد
 طالبات کے لئے تین سالہ دینی کورس مقرر کیا گیا ہے۔ اور اس طرح
 طالبات دینیات میں بھی اچھی خاصی عمارت حاصل کرتی ہیں۔
 ٹیچر ڈی ایس دی ہائی سکول ہے۔ جس میں تقریباً ۲۶۵
 طلباء داخل اور پندرہ طلبہ ہیں۔
 ڈسٹرکٹ ہائی سکول میں ۱۰۰ طالبات اور تین سو
 ہیں۔ یہ تو پچیس مرقعہ تعلیم کا ہیں۔ جن کے طلباء و طالبات کی
 مجموعی تعداد

اٹھارہ سو پانچ

ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ دینی تعلیم کے لئے ایک علیحدہ سکول
 مدرسہ احمدیہ کے نام سے چل رہا ہے۔ جس کے ساتھ ہی ایک
 بورڈنگ ہاؤس ہے۔ اس مدرسہ میں دینیات کی تعلیم کے ساتھ ساتھ رواج
 تعلیم و ترقی و سیلاب و جغرافیہ سائنس وغیرہ بھی دی جاتی ہے۔
 قرآن وحدیث اور ان کے علاوہ علوم عربی میں پڑھنے جاتے ہیں
 سات سال کا کورس ہے۔ اس سکول میں

ارہائی سو طلباء

تعلیم پا رہے ہیں۔ جن میں حافظہ کلاس اور متفرق کلاس
 کے طلباء بھی شامل ہیں۔ اس سکول کے ساتھ ساتھ ایک کورس ہاؤس
 ہے۔ جہاں پندرہ طلبہ داخل کی مرقعہ دگر کی بنیادی کے واسطے قادیان
 کورس مقرر ہے جو

جاہلہ احمدیہ

میں پورا آ رہا جاتا ہے۔ اور حاضر کا فضل ہے۔ کہ آج تک
 کئی سو سووی فاضل۔ اس درگاہ سے تیار ہو کر کل
 کے ہیں۔ اس لڑائی فاضل پانچ کو لکھنے کے بعد منتخب قابلِ فوجوں
 کو تبلیغی مرمیات کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ اور انہی طرح پندرہ
 سال اور میں سببیں کلاسی کا کورس پورا ہو جاتا ہے۔ جہاں
 علاوہ عربی زبان کی تحصیل کامل کے انگریزی اور سنسکرت وغیرہ
 کی تعلیم کا بھی قیمتی بخش انتظام ہے۔ اس جاسو میں آج کل
 کل چار سو طلباء تعلیم پا رہے ہیں۔ جن کی عمارت کا تخمینہ
 اور تیار ہو رہی ہے۔ اور تیسری شاخہ تعلیم کا قادیان میں ہر گز
 عمارت مرقعہ قادیان کی ہے۔ انہوں نے اور یہ عمارت

تیس سو پانچ

کے خرچہ پر تیار ہوئی۔
 یہ تو پچیس مرقعہ باقاعدہ مدارس۔ مگر حقیقت یہ ہے

نقادِ باری میں سلسلہ تعلیم اور دوزخ کی تہ نہیں باقاعدہ مدار کی ہی پر
موقوف نہیں۔ بلکہ پدارت پر گھر ایک پورے گھاؤ۔ ہر دوکان ایک
دریہ اور ہر مسجد ایک تعلیم گاہ ہے۔ بلکہ اس بقی کے جو میں علم
دین کے خزانے موجود ہیں۔ جہاں سے ہر کوئی اپنے طرف و
سند کے مطابق نورِ علم و عرفان حاصل کرتا۔ اور چیزِ نفع
دار دوسروں کو بھی میرا ب کرتا ہے۔

تمام برکات خدا کے وسیع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بغیر
 کسی پر کچھ ایسے بار الی وحب بن کر نازل ہوئے کہ جماعت
 کی کی جہتے اب یہ

علم و تقوى

۱۔ مرکز میں ایک سڑک ہے کہ آئندہ علم صحیح دہی ہوگا جس کی
سڑک اس مرکز سے ہوگی۔ اور فور حریفان دہی ہو کر سے گا۔
۲۔ صبح نادیاں ہوگا۔ ہائی سکول اور مدرسہ اعلیٰ و دونوں
بینہ و صحت (قدیم) کے باقیوں (نکوی) کی سطح۔ جو خلافت
الہیہ میں جاری ہوگا۔ اس سڑک پر آگے بہت سے امام و اولیاء پر
چلایا گیا ہے کہ اگر ہمارے موجودہ امام و اولیاء و علمائے دینی

فضل عمر سیدنا محمود

فیض الہیہ انسانی خدائے تبارک و تعالیٰ اور روح القدس پاک کو ان کی
 عبادت و محبت میں نہ کھینے ہو جائے۔ تو جبکہ بددیگہ
 روزگار منیا ہو چکا ہو تو پانچ چوبیس (بے تک آپ ہی) کی
 صریحی میں جہاں یہ دونوں جگہ سے چھوٹے اور بچے والی اور یہی
 تمام ترقیات آپ ہی کی ترقی و معاشی اور شان و روزگار و ترقی
 اور عبادت کی زمین بنتی ہیں۔

عجب یہی طرح ہے۔ کہ سفر لندن کے دوران میں

خليفة من خلفاء المسيح الموعود

علیہ السلام و مشق میں صحت . ثانیاً : البینہ
 و کفایت میں مقبول . ہندوئیوں میں نرمل فرمائے
 خداوند تعالیٰ نے کسی نے سوال و جواب اور بحث مباحثہ
 کے جوئل میں اپنی کہ علمی کرامت سے یہ طعن کیا و کہ اسباب
 محمدی لوگ نہ ان عربی کو کیا کہیں ۔ ہماری زبان میں عربی
 کے حال و مطلب کو ہم تک پہنچاؤ اور کون کچھ لگا ۔ تو حضور
 کریم نے اس جوئل میں ایک تقریر فرمائی کہ وہی علی رضی اللہ
 عنہ انکشت بد زبان ہو کر

١٢٠

پکار اُٹھے۔ اسی تقریر میں حضورؐ نے فرمایا کہ :-
 "تمہارا رب بھیوٹا نانا ہے توڑ دیا جائے گا۔
 کہ تم اہل زبان ہو۔ دور تم سے ایسی عربی
 نہ کوئی بول سکتا ہے اور نہ سمجھ سکتا ہے۔
 یاد رکھو کہ ہم نہ صرف اپنے بہتھی اور
 سقوں بلکہ خادماں اور غدا م تک کو

محمد علی خان

مقابلہ نہ کر سکو گے۔

پناہ آج ہم اپنی آنکھوں دیکھ۔ کانوں سُن۔ اور صند کے اسی
فرمان کی صداقت شہادہ کر رہے ہیں۔ کہ قادیان کی مخلوق خدا کے
مفسد کے تختِ زیرِ سایہِ خلافت کیا سے کیا ہو چکا ہے۔ اہم زور و
یہ تو جوئے ظاہری علوم اور مردِ وجہ کو جس جو قادیان کی اسی
بستی میں جا رہی ہیں۔ جو آج سے چالیس بیالیس برس قبل تعلیم
سے بالکل کوری اور غالی تھی۔ قادیان سے نکل کر کالوں میں بی
اے۔ ایم۔ اے۔ اور آنرز تک کی ڈگریاں حاصل کرنے والے
اور بقول ایلٹر صاحب زمیندار۔

۴ میری حیرت زدہ نگاہیں بحسرت دیکھ رہی تھیں کہ ہنسے
ہنسے گرجاؤں کی آوازیں اور ہر دھیر سے دلی اکثر کوئی
اور ڈنکار اور ہلکا سے لطف کھ کو خاطر میں نہیں
لائے۔۔۔۔۔

ایسے تعلیم یافتہ معزز و مکرم ہندوستان عالمی جناب بھی اسی محترم
 اہل حق کے تسلیم اور پسند کے لئے علم کے زیور سے آراستہ ہونی چاہئے
 اور یہ تو بڑی ایک عالی شان سلسلہ کی شہادت

والفصل ما شهدت به الأعداء

اپنے گناہوں پر بہت رنج و غصہ کرتے تھے اور کبھی کبھار کہتے تھے کہ اگر میں اپنے گناہوں پر غور کروں تو میری حالت یہ ہو جائے گی کہ میں اپنے گناہوں کی وجہ سے اپنے رب سے دور ہو جاؤں گا۔

تجارتیان کا مولوی

کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ اس

آوازہ میثاق کو خدا نے تقارہ خدا

ہی بنا کر چھوڑا :

ان کے علاوہ یکم وہ علم ہے جو پتہ نظر میں آتا ہے اور جو
علیہ الصلوٰۃ والسلام براہ راست خدا سے لائے ہو

علوم روحانیت

ایسے ہیں جو کسی شکل میں اپنے ذکاوت سے علم حاصل کرتے اور نہ
ی دنیا کی کچھ چیزوں سے سیکھتے اور پتہ چاہتے ہیں وہ
علوم صرف اور صرف اداقلین کے عموماً اُن کی غلطی اور توجہات
کی غلطی سے ہوتے ہیں۔ آج ساری دنیا چنان مارو، تاربان سے
سوائی دوسری جگہ نہ پاؤ گے نیز وہ علوم ہیں جو خدا کے عیون
کی سمیت بنے ظاہر کرتے یا اُن کے خلفاء کی قوتِ قدسی سے اپنے
موضوع کی کامل پیروی اور کامل اطاعت سے جذب کر کے پھر
دیکھ کر کتب پہنچا کرتے ہیں وہ علوم ہیں جن کی تحصیل کے لئے
لوگ تاربان میں جمع ہوتے اور مردِ عورت، بوڑھے کیا بچے
سب علمائے مراتب اہل علم کو سیکھتے اور پڑھتے ہیں اور سیدنا
میرجی نور محمد علیہ السلام کے جباری کردہ

علم کلام

کہ وہ نشان میں ہر علم کے ماہر ہر فن میں ملان اور ہر کما ایک سال
روز افزے اور بہتہ کرنے پر تیار ہو کر فتنے ہیں

فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَقَلَّمَ

جمہالت کے دودھ ہو جانے اور نور و علم کے حصول کے بعد ظلمت و نادانی کا چل دیوہ ہوتا گیا۔ اور لوگوں کے لباس اور زبان کے عقائد بھی دودھ ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ آج ہندو، عیسائی، بولنگ، افلاقی و غیر انت کے پتلے، تو افصح و لطیفاری کے مجھے نظر آتے ہیں۔ بات کرنے میں ادب، کلام میں شیرینی اور رفت و میں میان روی پیدا ہو رہی ہے۔ خدا چاہے تو وہ دن دودھ نہیں کہ اپنے آقا و امار سیدنا حضرت فضل عمرؒ نورسل۔ اور نور العزمؒ پیدا ہووے۔ خلیفۃ المسیحؒ راشدی ایدہ اللہ تعالیٰ بفرہ العزیز کی توجہات دعاؤں اور مسرتی میں رہیں۔ آمین

حلقہ پورے فرسے

نظر آئے نہیں گئے۔ وماذا اللہ علیہ اللہ یعین +

منافع

میں مٹوس کے پہلے بغداد میں کچھ چٹکا ہوا کہ اس واقعہ میں
دو مساجد اس بقی میں جاسیں ہادی نہیں مگر آج وہ علاقے
کے ضل کے دس اور منیر انسان مساجد کا اضافہ ہو کر چارویں
مساجد کی تعداد

دو کے بارے

و چون که به نام علی و دو سال بعد از آن است که حضرت اقدس کے والد
 صاحب معظم نے بنام کرالی تھی۔ جو مسجد اعلیٰ کے نام سے مشہور
 ہے۔ اور دو مہینے بعد حضرت اقدس علیہ السلام ایک عید الفطر
 والہ نام کرالی آئی ہے۔ یہی مسجد مبارک۔ پانی دس میں سے
 دس یعنی مسجد اعلیٰ واقعہ محلہ کرالی اور مسجد نور و انوار اور
 مسجد ناز و بیدین و جگہ رفیعہ اللہ تعالیٰ کے عید خلافت میں تیس
 و بارہ مہینوں کے مابقی ان مسجد مبارک حضرت

الميرزا محمد حسين

خلیفہ المسیح اثنی عشریؑ ائیدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزت کے عہد خلافت میں ہی ائمہ خدا کے فساد کے آداب کو تمیز اور تفریق عہد اقصیٰ اور عہد مبارک و فاضل و مصلح میں کیونکہ عہد کبر و عہد کبریا و عہد کرمیہ کے عہد ان کا درجہ ان میں کہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

سید مراد علی

کی توجہ پر سب سے پہلے توجہ دینی چاہیے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی
حیات طیبہ ہی میں آپ کے دربار میں پہنچنے میں جو عملی کمی - اس پر
غیر دوست یا دشمن اور بھی تاک اور نہیں کرتی - البتہ یہ سیدنا
امیر المؤمنین حضرت ابراہیم خلیفہ المسیح انسانی کی تحریک و توسیع
مساجد کے تحت اس مسجد کو بڑھا سکے اور بھی حاصل کی
حاج کی سہولتیں کا رتبہ کو چھوڑ دینا چاہئے پر جتنا بارہ سو
فٹ رومز پر چلے گا - جو دروازے اگل مسجد صاحب رئیس عابدان نے
اپنی دعا کا نام سے بطور عطیہ برائے توسیع مسجد مبارک پیش
کیا ہے - اور موقع کے باقاعدہ تہاتر تہیتی اور مقبول آمد کا
قدیر تھا - اور قضا ان کے اس ایشیاء کو قبول فرما کر سعادت
داران سے بڑھ کر فرمائی - اس طرح جو زودہ مسجد مبارک توسیع
کے عقد قرار دے کر گھر حاصل کی

مسجد اقصیٰ

اصل مسجد کا رقبہ زبر گنبد شہداء اور سورج منڈ مسقف اور اسے
 ... تیرہ سو مربع فٹ بصورت محض تھا۔ منارۃ المسبح کی بنیاد
 کے ساتھ ہی اس مسجد کی توسیع بھی حضرت اندلس مسیح موعود علیہ
 السلام نے کرادی۔ جس سے مسجد اقصیٰ کا محض قریباً
 ۳۰۰ مربع فٹ بڑھ گیا۔ اول فرش عین اور اس اصناف کا انہماز
 ... اور کھولوں۔ منارۃ شریف نیز منارۃ المسبح مسجد کے
 محض شمال میں تھے۔ مشرق کو مسجد کے مندرجہ ذیل خانے اور صحن
 کے باقی کا انتظام کر دیا گیا۔ اور اس طرح صحن پہلے سے کئی گنا
 بڑھ گیا تھا۔ مگر جامعہ کی ترقی کے ساتھ ہی مسجد کی وسعت کی
 نسبت بڑھتی رہی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اولیٰ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ نے مسجد کے جنوبی جانب ۱۰۰ فٹ ۵۰ فٹ
 ... منارۃ شریف کا ایک اور ذکر کیا گیا۔ جس کے نیچے سامان کے
 لئے صحن ہے۔ اور صحن میں بھی کچھ ایزادی چوٹی۔ جس کے آثار
 اب بھی نمایاں اور تین نظر آتے ہیں۔ مگر باوجود ان تمام زیادتیوں
 کے مسجد کے اجتماعات کے لئے مسجد میری تنگ لگتی تھی۔ اور لوگ ارد
 ... کے مکان کی مہتوں اور کئی کچھوں میں بھی رہ سکتے۔ تو اس
 ...

سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی

... اور زیادہ توسیع کے لئے میری
 ... جامعہ کے رشتہ داروں کے ساتھ ہی جامعہ کے مال و ذرائع
 ... وال کارکنان نے مسجد کی بنیاد تک پہنچائی اور اس کی تمام
 ... اور قریب ہی سے کام کیا۔ اور ہر مسجد کے مسکن
 ... اپنا اپنا مکان برائے نام قیمت پر دیکر اختیار فرمایا
 ... ایک قابل رشک مثال قائم کر دکھائی۔ جو اس وقت
 ... مسجد اقصیٰ ثانیہ میں مسجد اقصیٰ کی وسعت میں اضافہ
 ... اور اس کے بعد کے تمام اصنافوں سے بھی قریباً
 ... اور مسجد کی وسعت سے تیسرا اول بلکہ دوسری
 ... اور اس کے وقت بھی صرف دالان مسقف ہی تھے۔ کوئی دالان
 ... تمام کے تمام خلافت ثانیہ کی کے پرکاش ہیں۔ سید
 ... اور میر جی صاحب اور میر جی کی زیر نگرانی تو مسجد کو
 ... اور اس کے فٹ کی ایک سے بھی ہیں
 ... مسجد کے اوپر کے حصے میں مسقف وغیرہ مسقف لگا دی۔ اور
 ... فٹ کی ایزادی اس کے نیچے کے حصے میں ہوئی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل
 ... خانہ کی اور اس کے واسطے عمدہ کمرے بنائے گئے۔ اور چند و کانات
 ... اور اس کے تمام توسیع کے اخراجات

کچھ نیا اور کچھ سوچا والا نوے

... اور تین سو مربع فٹ
 ... اور جس کی بنیاد سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
 ... دست مبارک سے رکھی۔ جو بنیاد کے علاوہ سطح
 ... اور تک حضور ہی کے زمانہ میں بنیاد پڑا۔ اور
 ... اس کی تعمیر و تکمیل ہی خلافت ثانیہ ہی میں ہوئی۔
 ... اور کچھ سید عبد الرشید صاحب مرحوم برادر
 ... صاحب میر جی صاحب سید لکھو نے بنایا۔ انہوں نے
 ... اور اس کے فٹ کی ایزادی اس کے نیچے کے حصے میں ہوئی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل
 ... خانہ کی اور اس کے واسطے عمدہ کمرے بنائے گئے۔ اور چند و کانات
 ... اور اس کے تمام توسیع کے اخراجات

کنکریٹ وغیرہ کے ذریعہ خنجر کرانی گئی تھی۔ چھ فٹ سے زائد کی
 تعمیر کا کام میری قاضی عبدالرحیم صاحب سبکی کی زیر نگرانی ہوا۔ اور

پانچ سو نو سو تریسٹھ روپیہ

کے خرچ سے منارۃ المسبح مکمل ہو گیا۔ بنیاد سے لے کر چھ سات فٹ بلندی
 کے اخراجات اس میں شامل نہیں۔ کھاک ٹھریاں۔ کپڑے۔ بجلی کارخان
 و انتظام اور جاریہ سفیدی۔ نیز چند دہندگان کے امداد کی کھالی وغیرہ
 ان اخراجات کے علاوہ ہیں۔ منارۃ المسبح کی بلندی ایک سو پانچ فٹ
 تین منزل ایک گنبد اور ۹۲ سیڑیاں ہیں۔ اور اس پر ۲۹۸ نام چنڈ
 دہندگان کے گنبد ہیں۔ روشنی کا یہ عالم ہے۔ کہ اندھیری رات میں پوری
 روشنی سے آدھ آدھ سیل دلتاں گزرتی ہیں اور کتا بھی پڑھی جا
 سکتی ہیں۔ کھول اور کھانا اور صحن میں خارج۔ اب اس کو نیچے کر کے سرنگ
 وغیرہ بنا کر صحن سے جدا کر دیا گیا ہے۔ منارۃ شریف کو بھی بند کر دیا گیا ہے
 اور اس کی تو اس کے فضل سے بجلی کی روشنی اور پنکھوں کے علاوہ
 لاؤڈ سپیکر کا بھی انتظام ہے۔ جس کے ذریعہ خطبہ بہت اچھی طرح تمام
 حاضرین تک پہنچ جاتا ہے۔ لاؤڈ سپیکر اور بجلی کے ذریعہ لوگوں کی
 حضرت جو پوری سرحد طغر اللہ خاں صاحب اور صاحبان تعمیر مسجد
 مرحوم سید شمس الدین صاحب کی یاد تازہ رکھتے اور ان کے لئے صدقہ
 جاریہ کا کام دے رہے ہیں۔

مسجد دار الفاضل

مسجد دار الفاضل میں واقع ہے۔ ایک کمال ادنیٰ خاندان نبوت
 نے ازادہ کرم دینی تعمیر کے واسطے وقف فرمایا۔ پانچ سو نو سو تریسٹھ
 روپیہ کے خرچ سے مسجد کی بنیاد تک پہنچائی اور اس کی تمام
 ... اور قریب ہی سے کام کیا۔ اور ہر مسجد کے مسکن
 ... اپنا اپنا مکان برائے نام قیمت پر دیکر اختیار فرمایا
 ... ایک قابل رشک مثال قائم کر دکھائی۔ جو اس وقت
 ... مسجد اقصیٰ ثانیہ میں مسجد اقصیٰ کی وسعت میں اضافہ
 ... اور اس کے بعد کے تمام اصنافوں سے بھی قریباً
 ... اور مسجد کی وسعت سے تیسرا اول بلکہ دوسری
 ... اور اس کے وقت بھی صرف دالان مسقف ہی تھے۔ کوئی دالان
 ... تمام کے تمام خلافت ثانیہ کی کے پرکاش ہیں۔ سید
 ... اور میر جی صاحب اور میر جی کی زیر نگرانی تو مسجد کو
 ... اور اس کے فٹ کی ایک سے بھی ہیں
 ... مسجد کے اوپر کے حصے میں مسقف وغیرہ مسقف لگا دی۔ اور
 ... فٹ کی ایزادی اس کے نیچے کے حصے میں ہوئی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل
 ... خانہ کی اور اس کے واسطے عمدہ کمرے بنائے گئے۔ اور چند و کانات
 ... اور اس کے تمام توسیع کے اخراجات

مسجد دار الرحمت

مسجد دار الرحمت میں واقع ہے۔ ایک کمال ادنیٰ خاندان نبوت
 نے ازادہ کرم دینی تعمیر کے واسطے وقف فرمایا۔ پانچ سو نو سو تریسٹھ
 روپیہ کے خرچ سے مسجد کی بنیاد تک پہنچائی اور اس کی تمام
 ... اور قریب ہی سے کام کیا۔ اور ہر مسجد کے مسکن
 ... اپنا اپنا مکان برائے نام قیمت پر دیکر اختیار فرمایا
 ... ایک قابل رشک مثال قائم کر دکھائی۔ جو اس وقت
 ... مسجد اقصیٰ ثانیہ میں مسجد اقصیٰ کی وسعت میں اضافہ
 ... اور اس کے بعد کے تمام اصنافوں سے بھی قریباً
 ... اور مسجد کی وسعت سے تیسرا اول بلکہ دوسری
 ... اور اس کے وقت بھی صرف دالان مسقف ہی تھے۔ کوئی دالان
 ... تمام کے تمام خلافت ثانیہ کی کے پرکاش ہیں۔ سید
 ... اور میر جی صاحب اور میر جی کی زیر نگرانی تو مسجد کو
 ... اور اس کے فٹ کی ایک سے بھی ہیں
 ... مسجد کے اوپر کے حصے میں مسقف وغیرہ مسقف لگا دی۔ اور
 ... فٹ کی ایزادی اس کے نیچے کے حصے میں ہوئی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل
 ... خانہ کی اور اس کے واسطے عمدہ کمرے بنائے گئے۔ اور چند و کانات
 ... اور اس کے تمام توسیع کے اخراجات

مسجد نور یا دارالعلوم

مسجد دارالعلوم جن کا اصل نام مسجد نور ہے۔ اور حلقہ دار
 تقیم کے خلاف سے اس کا نام مسجد دارالعلوم پڑا جاتا ہے۔ سیدنا
 نور الدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں بنیاد پڑی۔ تنگ
 بنیاد بھی آپ ہی نے رکھا تھا۔ بہت ہی مسجد اور وسیع ہی مسجد ہے
 قاضی عبدالرحیم صاحب کی نگرانی میں تین ہزار روپیہ کے خرچ سے بنیاد
 ہوئی۔ اس کے اخراجات کی فراہمی کا ہر اہل حضرت نانا جانا سید
 ناصر نواب صاحب کے سر ہے۔ جنہوں نے نہایت محبت و اخلاص اور
 تندی و جفا کشی و محنت سے فراہم فرمائے۔ جزاء اللہ تعالیٰ
 الدنیا و الآخرة۔ مسجد مسقف اور صحن کا کل رقبہ ۶۰۰ مربع فٹ
 تھا۔ مگر بعد خلافت ثانیہ میں صحن میں ۲۰۰ فٹ کا اضافہ کر دیا گیا
 کھول منقل اور نل صحن کے ایک کونہ میں سایہ دار درخت برگد کے
 دریاہ واقع ہے۔ ادنیٰ زیر مسجد خاندان نبوت کی ملکیت ہے۔ حضرت علی

مسجد دار البرکات

ادنیٰ اس مسجد کے لئے ایک کمال خاندان نبوت ہی کا عطیہ
 ہے۔ تعمیر ایک دالان ... فٹ ... اور اس کے فٹ کی ایزادی اس کے نیچے کے حصے میں ہوئی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل
 ... خانہ کی اور اس کے واسطے عمدہ کمرے بنائے گئے۔ اور چند و کانات
 ... اور اس کے تمام توسیع کے اخراجات

مسجد دار الفتوح

زیر مسقف ... فٹ ... اور اس کے فٹ کی ایزادی اس کے نیچے کے حصے میں ہوئی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل
 ... خانہ کی اور اس کے واسطے عمدہ کمرے بنائے گئے۔ اور چند و کانات
 ... اور اس کے تمام توسیع کے اخراجات

مسجد شہداء ہندوی نیکوئی

مسجد شہداء ہندوی نیکوئی ... فٹ ... اور اس کے فٹ کی ایزادی اس کے نیچے کے حصے میں ہوئی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل
 ... خانہ کی اور اس کے واسطے عمدہ کمرے بنائے گئے۔ اور چند و کانات
 ... اور اس کے تمام توسیع کے اخراجات

مسجد دار السجود

مسجد دار السجود ... فٹ ... اور اس کے فٹ کی ایزادی اس کے نیچے کے حصے میں ہوئی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل
 ... خانہ کی اور اس کے واسطے عمدہ کمرے بنائے گئے۔ اور چند و کانات
 ... اور اس کے تمام توسیع کے اخراجات

مسجد فضل مسجد حلقہ اریال

مسجد فضل مسجد حلقہ اریال ... فٹ ... اور اس کے فٹ کی ایزادی اس کے نیچے کے حصے میں ہوئی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل
 ... خانہ کی اور اس کے واسطے عمدہ کمرے بنائے گئے۔ اور چند و کانات
 ... اور اس کے تمام توسیع کے اخراجات

مسجد ناصر آباد

مسجد ناصر آباد ... فٹ ... اور اس کے فٹ کی ایزادی اس کے نیچے کے حصے میں ہوئی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل
 ... خانہ کی اور اس کے واسطے عمدہ کمرے بنائے گئے۔ اور چند و کانات
 ... اور اس کے تمام توسیع کے اخراجات

مسجد جامعہ کے تبدیل فرما کر

محلہ ناصر آباد

مسجد جامعہ کے تبدیل فرما کر محلہ ناصر آباد

مسجد دارالانوار

مسجد جامعہ کے تبدیل فرما کر محلہ ناصر آباد مسجد دارالانوار

بجائے بارہ کے مین

بجائے بارہ کے مین مسجد جامعہ کے تبدیل فرما کر

مسجد جامعہ کے تبدیل فرما کر مسجد جامعہ کے تبدیل فرما کر

مسجد جامعہ کے تبدیل فرما کر مسجد جامعہ کے تبدیل فرما کر

مسجد جامعہ کے تبدیل فرما کر مسجد جامعہ کے تبدیل فرما کر

کنواں ہمارا

کنواں ہمارا صرف ایک ہی تھا جو مسجد انیس کے صحن میں

رات اور دن ایک کر کے

رات اور دن ایک کر کے کنواں ہمارا

پانچواں یا نل

پانچواں یا نل کنواں ہمارا

ہما ن خانہ اور شکر

ہما ن خانہ اور شکر کنواں ہمارا

آہ اے میرے خدا تجھے کیا یاد آگیا

کس مقدس ہستی کے جن و احسان

کس مقدس ہستی کے جن و احسان کنواں ہمارا

خوش نصیبوں کے ناز اس زمانہ میں

بے حد من عزم من

بے حد من عزم من کنواں ہمارا

کنواں ہمارا بے حد من عزم من

انسان کامل کی عظمت

انسان کامل کی عظمت کنواں ہمارا

کنواں ہمارا انسان کامل کی عظمت

ذیقین تو ہیں علمی تمہا نصیب

ذیقین تو ہیں علمی تمہا نصیب کنواں ہمارا

کتاب: "تاریخ و تمدن" - مولانا محمد رفیع

قادیان کے ڈاک خانہ کا ذکر پہلے حصہ سہزون میں آچکا ہے۔ اس
ادنیٰ سی حالت سے ترقی کرتے گئے قادیان کے ڈاک خانہ کی یہ
حالت ہے۔ کہ جہاں چھ روپیہ ماہوار کا ایک بنا لیج پر لکھا ستر ماس
کرتا تھا۔ آج اس ڈاک خانہ کے دفتر کا صرف کرایہ ہی اس کی تنخواہ

سچائی کا معیار تیس برس پہلے ماہوار اور علیحدہ سے چھوٹے
 سورتوں کی کام پر مشتمل ہیں۔ جو آٹھ نو گھنٹے روزانہ کام کرتے
 ہیں۔ اور تقریباً بارہ سو برس پہلے ماہوار ٹیلیفون کو ملا کر عمل کی توجہ پر
 کام کرتے ہیں۔ اس کے ذمہ دار خانہ کی ترقی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے
 کہ غلطی کتنے پیکٹ - اخبار - رجسٹر ہاؤس دیکھے اور سنی آرڈر
 دیا جاتا ہے۔ ان کا حساب شمار و نظار سے باہر اور

تاریخی اور فون

مجھے بھی طرح سے یاد ہے۔ کیونکہ مجھے اکثر ان خدمات کی
 صورت سیر کرتی تھی۔ کتابوں کے آنے اور جانے میں
 کی حکومت کا سامنا ہوا کرتا تھا۔ اکثر ایسا ہو جاتا کہ کسی
 شخص نے جہان نے آنے کی اطلاع میں تا دیر - مہمان پہلے
 آئے تھے۔ اور تا بعد میں ملتا۔ بعض ایسے معاملات جن کا جواب
 دینا ضروری تھا۔ خاص آدمیوں کو اس غرض کے لئے بلاتا۔
 جس کا وہ دونوں تک رہنا پڑتا تھا۔ اور کئی اہم کاموں بلکہ
 جہان کا بھی اس کی وجہ سے (وقت پر دوائی) باطنی امداد نہ
 تھی۔ اس کے بعد (نقصان برداشت کرنا پڑا۔ اگر تا۔ دوست پریشانی
 اور بھی ایسا واقعہ کہ جس اس زمانہ میں تاسکے فوائد سے اکثر
 محروم ہو جاتا کرتے تھے۔ سیدنا امیر المومنین حضرت اقدس
 علیؑ کے اس کی حکم اور ہدایت کے ماتحت کئی سال کی
 کوشش کے بعد جا کر محکمہ تار کے افسروں نے اس شرط پر
 اس کے نظام کو منظور کیا کہ تقریباً

دو ہزار روپیہ بطور ضمانت

پہلے مع کر دیا جائے۔ تاکہ اگر قادیان کا تار گھر نقصان میں ہے
 اس ضمانت سے اس کی تلافی کی جاسکے۔ اتنی لمبی کوششوں
 اور کڑی شرائط کے بعد جا کر اس عہد سعادت میں تار گھر
 چل سکا۔ اور تجربے کے بعد افسروں کو افسوس ہوا۔ کہ کیوں نہ کئی
 سال پہلے قادیان میں تار گھر کھول کر فائدہ اٹھایا گیا۔ تاروں
 کا یہ حال ہے۔ کہ ایک عہد ہی کے دور میں نے آنے والے تاروں کا
 پیر کھا تھا۔ جو پچاس سے بھی اوپر تھا۔ جب۔ مشاورت اور دوری
 تعاقب پر یہ تبدیلی اس سے بھی بڑھ جاتی ہوگی۔ اور یہ تاروں نہ
 صرف ہندوستان ہی سے آتی ہیں۔ بلکہ دنیا کے کئی اور دور
 دراز کے تمام ملکوں سے آتی اور اسی طرح جاتی رہتی ہیں۔ کیونکہ
 خدا تعالیٰ کے فضل سے اس

دور خلافت ثانیہ

میں قادیان ساری دنیا اور ساری مخلوق کے لئے ایک مرکز بن
 چکا ہے۔

اس کامیابی کو دیکھ کر اور ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے
 خدا تعالیٰ نے جلی دلوں کے دل میں تحریک کی۔ وہ جلی لائے
 اور اپنی کامیابی پر خوش ہیں۔ کیونکہ خدا اسے سچ کی یہ مندرس
 ہستی خدا کی نعمتوں کی قدر کرنے اور بطور شکر گزاری ان سے
 فائدہ اٹھانے میں بڑے بڑے شہروں سے بھی پیش پیش ہے
 جس کے آنے اور کامیاب ہو جانے پر خوشی ٹیلیفون بھی جاری
 ہو گیا۔ اور اس کا تعلق بھی خدا کے فضل سے تار اور ڈاک کی
 طرح ساری دنیا اور ساری ہی مخلوق سے ہو گیا۔

کارخانے مشین اور ٹیکسٹائل

تو خدا کا۔ کسی مسافر پر وہی کو میر جہاڑے کی ضرورت ہوتی۔ تو
 خدا تعالیٰ ہوتا۔ کیونکہ ضروریات زندگی کی خرید و فروخت کے ذریعہ
 ہی مفقود تھے۔ چلی اس زمانہ میں گھروں کی زمینت اور زبور
 خیر ہوا کرتی تھی۔ آج رات پہلے ہر گھر سے گھر گھر کی مشین اور
 سہائی نوری کے ساتھ کچھ گنگناتے اور گنگنے کی سربلی آواز میں

کتنی شیریں اور صلی سلوم دیا کرتی تھیں۔ خانہ داری کے دوسرے
 کاموں کے ساتھ تمام گھرانے کی ضرورت کے
 مطابق آنے کی سپلائی بھی ضرورت کے ذریعے میں شامل تھی
 یا تو وہ زیادہ تھا۔ یا آج یہ دن آئے کہ

آٹا پیسنے کی سات مشینیں

قادیان میں چلتی ہیں۔

برف اور سوڈا اور پان وغیرہ خانہ داری ضرورت اور مہانوں
 کی خدمت کے لئے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
 والسلام عموماً لاہور سے شٹا یا کرتے۔ جس کے لئے محترم شیخ
 رحمت اللہ صاحب تاجر ممبئیؒ اس اکثر انتظام فرمایا کرتے تھے
 مجھے خوب یاد ہے کہ برف اور سوڈا وارٹر کے لئے شیخ صاحب
 مرحوم نے ایک ایک کس بنوا کر کئے تھے۔ جن میں ای پلو مر کا سوڈا
 اور جیجر کیمبر کی کالین روز وغیرہ بٹال تاک بڈویدہ دلی اور
 بٹال سے قادیان دے دے۔ بیکریا ہلی۔ رفقہ کے ذریعہ آیا کرتے
 صبح کی چلی ہوئی برف شام کو اور شام کی چلی ہوئی نو دس بجے
 دن کے قادیان پہنچتی۔ جو مشکل نصف یا اس سے بھی کم رہ
 جایا کرتی تھی۔ سوڈا میں وغیرہ کی بوتلیں پھٹ کر ٹوٹ جاتا
 کرتیں۔ کچھ گرمی کی شدت سے تو کچھ ریڑھ کیوں کے دھکوں کے
 ایک زمانہ میں محترم سید عزیز الرحمن صاحب نے بھی
 برف وغیرہ منگوانے کا انتظام کیا تھا۔ مگر نقصان کی ہدایت
 ذکر کے۔ آخر اس تجارت کو



الحکم جوبلی نمبر صفحہ ۳۴ کالم ۲ مسطر فیمری "تصحیح ہو گئے تھے"۔
 پہلا پیسہ ختم ہو کر دوسرا پیسہ ایوں شروع ہونا چاہیے تھا۔ کہ۔
 "حضرت مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب فرماتے ہیں۔
 کہ ۳۴ مارچ بعد نماز عصر" وغیرہ
 جو ہو کتابت کی وجہ سے جدا ہو سکا۔ اور جلی الفاظ رہ گئے تھے
 چھوڑ جس سے ایک روایتی غلطی پیدا ہوئی ہے۔ ہر بات سے دیا۔
 راقم الحروف درست کر دیا جائے۔ (ایڈیٹر) عبدالرحمن
 قادیان بھی متواتر۔ کئی سال تک لاہور
 سے ای پلو مر کا سوڈا۔ جیجر کیمبر کی کار و زمین منگا کر
 عموماً چار آنہ فی بوتل تک فروخت کرتا رہا۔ برف بھی منگائی
 جاتی رہی مگر اب تو اللہ کریم نے آسانیاں کر دیں۔ دہلی کے
 آجائے سے ہر قسم کی ضروریات کی فراہمی میں سہولت پیدا
 ہو گئی ہے۔

اٹھارہ مشینیں چھوٹی بڑی

سوڈا وارٹر کی سیزن میں کام کرتی ہیں۔ نہیں۔ چالیس بلکہ پچاس
 پچاس من پختہ روزانہ برف۔ مثلاً۔ اور سر اور لاہور جالندھر
 وغیرہ سے آتی اور بہت سے دھول فروخت ہو کر رہتی ہے۔
 جو کبھی شدت گرما اور قلت بعض کی وجہ سے آٹھ آنہ فی سیر
 تک بھی ملتی شکل ہو جایا کرتی تھی۔ کیونکہ مشکلات خرچ اور
 نقصان زیادہ ہوتا تھا۔ اور بکری کم۔

رام گڑھیا سکھ حملہ آوروں نے وحشت اور درندگی کے
 جوش میں جہاں عالی شان عمارات و مساجد کو گندہ روں میں
 تبدیل کیا۔ کتب مقدسہ اور نہایت قیمتی علمی نثرات کو لادرائش
 کیا۔ وہاں نہایت خوبصورت باغات اور ٹرڈ اور شجہ کو بھی
 کاٹ کر نہیں پس کر دیا تھا۔ مگر خدا نے قار و نور مانے اس
 دو وجہ میں جہاں پہلے کی نسبت بہت زیادہ وسیع - فراخ -
 اور شاندار عمارات عطا کیں۔ عالی شان اور بڑی بڑی مساجد

دیکھ ان کی آبادی و معیشت کے سامان پیدا کئے۔ کتب مقدسہ
 کی اتنی کثرت جیسا فرمادی۔ کہ دنیا جہاں کی زمین سے جانے
 لگیں۔ اور بے نظیر لائبریریوں مرحمت فرمائیں۔ وہاں باغات
 کے لئے بھی بہت وسیع سامان پیدا کر دیئے۔ اور قبل اس کے
 کہ مینے باغات چل لائیں۔ دنیا جہاں کے بہترین پھولوں کی
 فراہمی کے سامان کر دیئے۔ یا تھیٹ من کل فنج عصمت
 وعدہ الہی کے مطابق نہ صرف ہندوستان بھر کے دور و
 نزدیک مقامات سے بہترین اثمار کے بطور تحائف قادیان
 پہنچانے کی تحریک مخلصین کے دلوں میں پیدا کر دی بلکہ ہندوستان
 کے علاوہ دور دراز ممالک سے بھی تحائف اور پھول وغیرہ ہمیشہ
 ٹرکوں کے ٹوکے آیا کرتے رہے۔ اور اس طرح ہم لوگ
 الہی وعدوں کو نئے رنگ میں پورا ہونے دیکھا کرتے تھے
 انرض جو کچھ بھی بعض باریک درباریک مصلحتوں اور حکمتوں
 کے ماتحت اللہ کریم نے اس خاندان سے دیا۔ اس سے کہیں
 بڑھ چوڑ کر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
 والسلام اور آپ کے خاندان اور نواب و خلفاء کو مرحمت فرما
 دیا۔ اور اس طرح آج یہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے بعد
 جہاں دنیا جہاں کی ہدایت و روحانیت کا مرکز بنی اور ہر حصہ
 دنیا سے لوگ کچھ آئے لگے وہاں

یُحییٰ الیہ ثمرات کل شئی

کا منظر می ہم لوگوں نے آنکھوں دیکھا۔ دیکھتے ہیں اور اقرار
 اللہ آنے والی نیلیں اور بھی زیادہ شان میں ان آیات
 الہیہ کا معائنہ کریں گی۔

ان کے علاوہ شاہ ہوزی فیکٹری۔ گلاس فیکٹری۔
 دارالصناعت۔ سبک درکس اور تین آدھ مشینیں قادیان
 میں کامیابی سے چل رہی ہیں۔ اور چھ سات بجے اینٹ
 تیار کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔

پریس کی مضبوطی و خوبی

کاسیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
 خاص طور سے خیال ہو کر تا تھا۔ حضور کی بڑی خواہش یہ
 ہو کر رہی تھی۔ کہ اچھے سے اچھا کتاب ملے۔ صحیح اور بہترین
 لکھائی اور خوبصورت چھپائی ہو۔ کتابیں جس طرح اعلیٰ علمی
 اور روحانی مضامین سے مزین اور ہدایت و نور سے منور ہوتی
 ہیں۔ اسی طرح ان کی ظاہری شکل و صورت بھی دیدہ زیب۔
 دل کش اور جاذب نظر ہو۔ تاکہ نازک طبائع اسکی ظاہری شکل
 ہی کی وجہ سے ان کے فیوض و برکات سے محروم نہ رہ جائیں۔
 چنانچہ اس غرض کے لئے حضور نے اپنا ایک

پریس ضیاء الاسلام نام

جاری فرمایا تھا۔ جو خدا کے فضل سے کسی نہ کسی رنگ میں ایک
 قائم اور سلامت ہے۔ اس کے علاوہ بھی بعض پریس جاری
 ہوئے۔ انوار الاسلام پریس۔ بدر پریس۔ الدخش ایڈیٹر
 پریس اور فیض اللہ ایڈیٹر پریس جن میں کئی کئی مشینیں چھپائی
 اور طباعت کا کام کرتی ہیں۔ خدا کرے کہ سیدنا حضرت اقدس
 کا قائم کردہ ضیاء الاسلام پریس بھی افسروں کی توجہات کا
 مرکز ہو کر

بام اوج و ترقی کو پہنچے

اور حضور پر نور کی خواہش کو صحیح معنوں میں پورا کر سکے! اور
 بھی چھاپے اور لکھنے کی بھی۔ ہندی بھی چھاپے اور سنڈی
 بھی۔ انرض دنیا جہاں کی زبانوں میں احمدیہ لکچر کی شدت
 اور اعلا و کلمتہ اللہ کا ذریعہ بن کر ضیاء الاسلام کو پھیلانے
 کا موجب بنے۔ آمین۔

میدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور
صنوبر کے پھل اور غلاموں کو نہ صرف صنوبر کے شجر کا ہی
ساتے۔ دیکھ دیتے اور اذیت پہنچا یا کرتے تھے۔ بلکہ رعیت اور
گیس کہلاتے والے لوگ بھی ان کی شہ یا انجھت پر اتنے دیر اور
سینہ زور پورہ تھے کہ کبھی تم کہ فلم و تندی اور جفا سے ان کو
دیکھ نہ تھا۔ غرض خدا تعالیٰ کے ارادہ عز و جبار اور علیہ السلام
والسلام کی طرح صنوبر کو بھی اپنے اور بیٹوں۔ موعود اور مسلمانوں
مسلم اور غیر مسلم۔ کیا چھوٹے اور کیا بڑے۔ امیر و غریب۔ پیر کیا بغیر
اور مونی کیا مشائخ۔ سبھی نے زور و آوازیں اور مل کر ہی دکھ دیا۔
اذیت پہنچائی اور ستایا۔ مخالفت کی عداوت و بغض اتنے بڑے کہ
جائز و ناجائز کا بھی امتیاز نہ کیا۔ اور جس طرح خدا کا یہ نبی اور رسول
علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام گزشتہ و فیما کے صفات و کمالات کا
حامل تھا۔ اسی طرح اس زمانہ کے دشمن بھی گزشتہ تمام ہی
کذہین و منکرین کے ظہور و نمود نام مقام ثابت ہوئے۔ کوئی طریقہ
مخالفت کا۔ کوئی ذریعہ اور اسائی کا۔ کوئی حملہ عداوت کا۔ اور